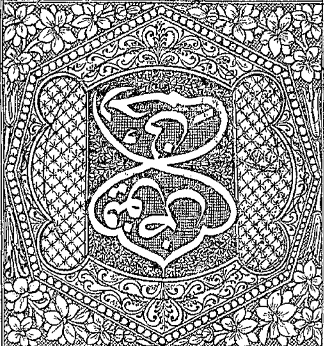


بسم اللہ الرحمن الرحیم

اما بعد بندۂ ہیچ کارہ عبد السلام عفی عنہ انصاری عرض کرتا ہے کہ ختم قرآن نماز تراویح میں بین السورتین بسم اللہ بجہر پڑھنے کے بابت اب پھر بعض حضرات کلام کرنے لگے۔ تو مشفقی حافظ محمد عبد الخالق صاحب جھنگوی نے فرمایا کہ اس مسئلہ کے متعلق جو ایک تحریر حضرت مولانا و مقتدانا جناب مولوی حافظ قاری حاجی محمد عبد الرحمن صاحب محدث مرحوم و مغفور کی بزبان فارسی ہے اسکا ترجمہ اردو زبان میں کر دیا جاوے لہذا امتثالا لامرہم اسکا ترجمہ کرتا ہوں اور بعض روایات جو اختصارا حضرت مرحوم نے نہیں لکھی تھیں اسمیں زائد کیے دیتا ہوں مگر چونکہ وہ تحریر بطور ایک خط کے جواب خط میں تھی لہذا تاوقتیکہ اس خط کو نقل نہ کیا جاوے پورے طور سے جواب سمجھ میں نہیں آسکتا اسلیے اس خط کی نقل اول کرتا ہوں بعد میں ترجمہ تحریر مذکور کیا جاویگا

نقل خط

مستفتی مولانا و مرشدنا مد ظلہ العالی۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ آپکا استفتا جسمیں کلمہ فاما الجحد وداتا الشجرۃ۔ واستغنا الباب کے گھٹانے بڑھانے کا بیان ہے دیکھنے میں آیا۔ بوجہ اپنی سوء فہمی کے چند مقام سمجھ میں نہیں آئے آپ کے قول کو قال مولانا کا لفظ اول میں لکھ کے بعینہ نقل کرتا ہوں جواب مفصل مع دلیل کے ارقام فرما دیں۔ تا سوا اسکے اور بھی چند امور قابل گزارش ہیں انکے جوابات بھی

مرحمت ہوئی قال مولانا جس جگہ التباس تثنیہ کا مفرد کے ساتھ ہو اور توہم خلاف مراد کا ہوتا ہو جیسے اشعار
تثنیہ کا ضرور ہے تا توہم خلاف مراد کا جاتا رہے۔ اور یہ توہم خلاف مراد کا سورۂ نمل میں کلمہ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ
میں پیدا ہے۔ لہذا فتحہ لام کو تھوڑا سا کھینچ کر پڑھے الف سے کم اور کلمہ ذَاقَا الشَّجَرَةَ اور وَاسْتَبَقَا الْبَابَ
میں اگر التباس ہے پر توہم خلاف مراد کا نہیں لہذا ان دونوں جگہ بھی اگر فتحہ کو نہ کھینچے گا تو مضائقہ نہیں
انتہی کلامہ الشریف میری فہم ناقص میں یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کیا وجہ ہے کہ قَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ میں
تو توہم خلاف مراد بھی ہے اور التباس بھی اور کلمہ ذَاقَا الشَّجَرَةَ اور وَاسْتَبَقَا الْبَابَ میں فقط التباس
ہی ہے حالانکہ سب صیغے تثنیہ کے ہیں مابہ الفرق مفصل بیان فرمائے جسکی وجہ سے بخوبی معلوم ہو جاوے
کہ اول جگہ میں دونوں امر لازم آتے ہیں اور دوسری جگہ میں فقط التباس ہی ہوتا ہے قال مولانا
بلکہ امام صاحب بھی ختم قرآن و قرارت میں مقلد ائمہ قرارت کے ہیں البتہ امام صاحب کے نزدیک تسمیہ
جزو قرآن ہے پر جزو ہر سورہ کا نہیں لہذا آہستہ پڑھنے کو کہتے ہیں انتہی کلامہ گزارش یہ ہے
کہ جب امام صاحب کے نزدیک تسمیہ فقط جزو قرآن ہے تو آہستہ پڑھنے کو کیوں کہتے ہیں بلکہ یوں چاہیے تھا کہ تمام
قرآن میں ایک جگہ جہر سے پڑھا جاوے البتہ اگر قرآن سرا پڑھا جاوے تو تسمیہ بھی ایک دفع سرا
پڑھا جاوے نہ کہ مطلقا اس عبارت کا مطلب بخوبی میرے سمجھ میں نہیں آتا قال مولانا امام حمزہ
بالکل تسمیہ تمام قرآن میں جائز نہیں کہتے مانند امام صاحب کے کہ ہموطن و ہمعصر تھے انتہی کلامہ عرض
یہ ہے کہ جب تسمیہ امام صاحب کے نزدیک جزو قرآن ہوا اور امام حمزہ بالکل تسمیہ کو جائز
نہیں کہتے تو پھر کس بات میں امام حمزہ امام صاحب کے مانند ہوئے امام صاحب کس امام قرارت کے مقلد ہیں
جب امام صاحب مقلد ٹھیرے تو یہ کہنا کہ امام صاحب کے نزدیک تسمیہ فقط جزو قرآن ہے کیونکر صحیح ہوگا
کیونکہ امام صاحب کو تو وہ ارشاد فرمانا چاہیے جو موافق اوس امام کے ہو جسکے امام صاحب مقلد ہیں ورنہ
یہ کہنا پڑیگا کہ اس مسئلہ میں جو امام صاحب کے نزدیک حق تھا وہ ارشاد فرمایا اس صورت میں امام صاحب
مقلد نہ ٹھیرینگے بلکہ اجتہاد بذاتہ امام صاحب کا ثابت ہوگا اگر نماز میں کوئی پوری سورت ایک رکعت میں پڑھی جاوے
تو بسم اللّٰہ پڑھنا نہ پڑھنا موافق اوس قرارت کے جسکے موافق سورت پڑھی گئی ہے چاہیے یا نہیں اگر اتباع

امام صاحب کا کرکے بِسْمِ اللّٰہِ کو نہ پڑھے تو اس صورت مین ظاہر الکذب روایت لازم آوے گا کیونکہ تمام سورہ پڑھنے مین تو اقتدا امام قرارت کی گئی فقط بِسْمِ اللّٰہِ پڑھنے مین اقتدا امام صاحب کیجاوے گی کچھ عجب نہین کہ آپ کے فتوے مین ناقل کی وجہ سے کچھ غلطی واقع ہوگئی ہو جسکی وجہ سے یہ چند شبہے مجھے پیدا ہوئے ورنہ بیشک میری خطا فہمی کی وجہ سے یہ شبہے پیدا ہوئے آپ ہر ایک کا جواب مفصل ارقام فرما دین-

اس سوال کا جواب جو حضرت مرحوم نے ارقام فرمایا اوسکا ترجمہ یہ ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝

اما بعد مستفتا آپکا استفتا متعلق بعض کلمات قرآن آیا اسکے جواب سے پہلے چند مقدمات لکھتا ہون اونکو مدنظر رکھنے سے جواب خوب سمجھ مین آجاویگا **مقدمہ اول** صحابہ کرام کے بعد کے طبقہ مین جب مفسدان زمانہ نے ہزارون حدیثین موضوع بناکے دین محمدی مین داخل کرکے طریق شریعت کو ایسا درہم برہم اور خلط ملط کردیا کہ حق کا باطل سے اور سنت کا بدعت سے متمیز ہونا دشوار ہوگیا تو ارباب تحقیق اور متحابین سنت نبوی کو ازحد رنج ہوا اور اونھون نے سنت کو بدعت سے اور حق کو باطل سے جدا کرنے کی بہت سی تدبیرین سوچین اور نکالین اور ہر شخص نے ایسے ایسے مضبوط قواعد نکالے کہ جنپر عمل کرنے سے خود بخود حق باطل سے اور سنت بدعت سے متمیز ہوجاوے اور دشمنان دین کا فتنہ و فساد مٹ جاوے اون ہی قواعد کا نام اصول فقہ اور اونکے اختیار کرنے کا نام مذہب ہے اور اونکے باندھنے والے مجتہد مطلق ہین جیسے امام ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ اور امام مالکؒ وغیرہم پھر جسنے طریقہ نجات مستخرجہ امام ابوحنیفہؒ کا اختیار کیا وہ حنفی ہوگیا اور جس نے امام شافعیؒ کا نکالا ہوا طریقہ اختیار کیا وہ شافعی ہوگیا علی ہذا القیاس تمام ائمہ اہل سنت مین سے جنھون نے ایسا طریقہ نکالا وہ سب صاحب مذہب اور مجتہد مطلق ہوگئے گو اونمین سے چار مشہور رہگئے اور باقی متروک اور مندرس ہوگئے اب جسنے طریقہ نجات مین اور قرآن اور حدیث پر عمل کرنے مین اور اون سے مسائل استخراج کرنے مین امام ابوحنیفہ کا طریقہ اختیار کیا وہ حنفی ہوگیا-

اور جسنے امام شافعیؒ کا طریقہ اختیار کا وہ شافعی ہوگیا اور اسی طرح مالکیؒ و حنبلیؒ وغیرہ اب جبتک وہ شخص
مثلاً حنفی استخراج مسائل مین اصول امام ابوحنیفہؒ کو پکڑے رہے گا حنفیت سے خارج نہین ہونے کا گو بعض مسائل مین
مخالفت امام ابوحنیفہؒ کی لازم آجاوے مانند صاحبینؒ و زفرؒ وغیرہم کے کہ باوجود اس امر کے کہ صدہا
مسائل مین یہ لوگ حضرت امام صاحب سے مخالفت رکھتے ہین مگر جبتک اصول امام صاحب کو
نہین چھوڑتے حنفی ہی کہلائے جاتے ہین کیونکہ جبتک اصول مین پابندی مجتہد مطلق کی کیجاوے ۔
اوسوقت تک مسائل اجتہادیہ مین مخالفت کرنے سے مخالفت مذہب نہین لازم آتی اس بات کو خوب
یاد رکھنا چاہیے **مقدمہ دوسرا** یہ ہے کہ علم قرارت ایسا علم ہے کہ جسکا مدار بالکل نقل اور
صحت روایت پر ہے قیاس اور عقل کو اوسمین بالکل دخل نہین اور علم فقہ منصوصات اور مجتہدات
دونون سے مرکب ہے مگر اوسمین بھی مسائل منصوصہ مین کسیکی تقلید نہین اماموں کی تقلید جو ہے وہ مسائل
اجتہادیہ مین ہے اور مسائل منصوصہ مین شارع علیہ الرحمۃ کے سوا اور کسی کی تقلید نہین ہوتی لہذا ہر مسئلہ
قرارت مین سوائے نقل اور صحت روایت کے اور سند نہ ڈھونڈھنی چاہیے مسئلہ قرارت کی سند ائمہ
فقہا کے اقوال سے تلاش کرنی سخت اور فاش غلطی ہے بلکہ اوسکی سند ائمہ قرارت سے پوچھنی چاہیے
کیونکہ وہ ہر ہر حرف اور ہر ہر نقطہ اور ہر ہر حرکت اور سکون کی سند پہونچانے کے متکفل ہوئے ہین
اور نیز روایت قرآن مین ضعیفون اور بدمذہبون کی بھی گنجایش نہین اور قرآن شریف کی سند اور
روایت متواتر حضرتؐ سے اون ائمہ تک اور اون ائمہ سے ہمارے تک بواسطۂ اساتذۂ ثقات
پہونچی ہے پس تصحیح اور تکمیل قرآن کی قاریون اور انکے راویون سے ڈھونڈھکر صحت روایت کے بعد
اوسپر عمل کرنا چاہیے اور یہی امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ہے کہ صحت روایت کے بعد حدیث پر عمل کرنا چاہیے
نہ میرے قول پر اور یہ بھی مجتہدات مین سے نہ منصوصات مین کہ جنکا مدار روایت ہی پہ ہے اور اگر تسلیم بھی
کرلیا جاوے تا وقتیکہ امام ابوحنیفہؒ کا کوئی اس قسم کا قول کہ قرآن شریف کا ختم موافق قرارت سبعہ مقررہ
متواترہ کے فرادیٰ فرادیٰ نہ کرنا چاہیے نہ نماز مین نہ خارج نماز سے نہ نفل مین نہ فرض مین پیش کیا جاوے
اوسوقت تک منکر کا قول قبول نہوگا یہ بات بھی تنزلاً ہے ورنہ بیان ہوچکا ہے کہ مسائل منصوصہ مین

تقلید نہیں ہوئی تا بہت الی الباب یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے مذہب میں نماز میں شروع فاتحہ میں تسمیہ سرًا مسنون اور غیر فاتحہ میں شروع سورہ پر مستحب ہے نہ مسنون اور کتب فقہ میں غیر نماز کی حالت میں اسکی بحث نہیں مگر قرّاء اوس سے بھی بحث کرتے ہیں اور محققین حنفیہ کے نزدیک بِسْمِ اللّٰهِ مستقل آیت ہے کہ جو سورتوں میں فاصلے کے واسطے نازل ہوئی ہے اور اسی وجہ سے محققین حنفیہ نے اپنی کتب میں لکھا ہے کہ ختم قرآن میں ایک جگہ ضرور بِسْمِ اللّٰهِ پڑھ لیوے تاکہ ختم قرآن پورا ہو جاوے ورنہ ختم ناقص رہجاوے گا **مقدمہ تیسرا** یہ ہے کہ جو کچھ بین الدفتین ہو اور مصاحف عثمانی کی رسم اوسکی متحمل ہو اور قواعد نحویہ کے موافق اور نقل صحیح اور متواتر (جو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تک) ہمارے تک پہونچا ہو وہ قرآن ہے اوسمیں کسی کو کلام نہیں اور نماز اوس سے صحیح اور درست ہے اور تسمیہ پر یہ سب باتیں صادق آتی ہیں اور نیز باجماع مذاہب اربعہ نماز اور غیر نماز ہر حال میں قرارت سبعہ کے ساتھ کلام اللہ کا پڑھنا جائز ہے امام ابو حنیفہؒ وغیرہ کسی کو اس امر میں کلام نہیں بحکم حدیث اُنْزِلَ الْقُرْاٰنُ عَلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ كُلُّهَا شَافٍ كَافٍ اور جو امر تخمین خارج نماز داخل نماز کی نہیں ہے اختلاف قرارت خواہ بحرکت ہوں خواہ بکلمہ خواہ بہ تبدیل کلمہ خواہ بزیادتی کلمہ خواہ بحذف کلمہ کسی طرح کا اختلاف ہو سب جائز ہیں پھر تسمیہ کو خاص نماز میں ناجائز کہنے بغیر دلیل نقلی کے جو قرآن و حدیث سے ہو کسی معتمد دینی کا قول ہو قبول نہیں کیا جا سکتا کیونکہ تارکین خود تارکین ہیں اپنے ترک پر دلائل نقلی رکھتے ہیں اور مبسملین سے بعض تسمیہ کو جزو ہر سورہ اور آیت مستقلہ اور بعض جزو آیت اولی ہر سورہ کہتے ہیں اور سب دلائل نقلیہ متواترہ رکھتے ہیں اور باوجود ان امور کے پھر کہیں امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ سے اس بات کی تصریح بھی نہیں آئی کہ سب قرّار کے اختلاف سارے قرآن میں پڑھنے جائز ہیں مگر مبسملین کے قول کے موافق تسمیہ نکرنا چاہیے اور تسمیہ کا مسئلہ اجتہادی بھی نہیں جو دعوی اجتہاد ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ صحیح ہو کیونکہ منصوصات میں اجتہاد جائز نہیں لہذا چونکہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مقلد مسائل اجتہادیہ میں ہیں نہ مسائل منصوصہ میں تو ہمکو اس بات کا قائل ہونا پڑا کہ ہم مسائل فقہیہ میں تو امام ابو حنیفہؒ کے مقلد ہیں کیونکہ وہ امام اور مجتہد مطلق تھے اور قرارت میں مقلد

ائمۂ قرآن اور راویانِ قرارت کے ہین کیونکہ وہ ہرہر حرف اور ہر ہر نقطہ کی سند متصل و متواتر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک رکھتے ہین۔ اور قرارت مین ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ بھی مقلد راویانِ قرآن کے تھے۔ اور یہ بات کہین ثابت نہین ہوئی کہ ابو حنیفہؒ نے قرآن مین اس اسطرح اجتہاد کیا ہے۔ اور کیون کرتے سمعیات مین تو اجتہاد کی گنجایش ہی نہین ہوتی۔ اور اگر اجتہاد کی گنجایش ہے تو جہان سے اس تسمیہ کی ممانعت مُستنبط ہوتی ہو۔ بتاؤ۔ اور احتمالِ اجتہاد اس مسئلہ مین محض احتمال لاعن دلیل ہے۔ جو قابلِ پذیرائی نہین ہوسکتا۔ فتبصر و تثبت۔

اب جاننا چاہیے کہ اس مقدمہ مین حضرت مرحوم نے جن روایات کا ذکر کرکے اونکو اختصارًا تحریر نہین فرمایا۔ اس ترجمہ مین اونکا نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت عالمِ ربّانی امام ابو عمرو دانی اپنی کتاب تیسیر مین اپنی ہر ہر قرارت کی سند کو اول قُراء تک اور پھر قراء سے جناب رسالت پناہ تک پہونچا کے باب البسملہ مین کہتے ہین اختلفوا فی التسمیۃ بین السورتین فکان ابن کثیر و قالون و عاصم والکسائی یبسملون بین کل سورتین فی جمیع القرآن ماخلا الانفال والبراءۃ فانہ لاخلاف فی ترک البسملۃ بینہما **ترجمہ** یعنی قراءِ سبعہ مین بین السورتین بسم اللہ پڑھنے مین اختلاف ہے چنانچہ ابن کثیر اور قالون اور عاصم اور کسائی نے تو تمام قرآن مین ہر دو سورتون کے بیچ مین سوائے انفال اور برأۃ کے بسم اللہ پڑھی ہے پس جب ان لوگونکا مذہب پڑھنے کا ہوا تو باقی تارکین مین رہگئے۔ اور صاحبِ شاطبیؒ نے اس مسئلہ کو اپنی کتاب کے اس شعر مین بیان کیا ہے شعر

وَبَسْمَلَ بَيْنَ السُّورَتَيْنِ بِسُنَّةٍ ۔۔ رِجَالٌ نَمَوْهَا دِرْيَةً وَتَحَمُّلاً

ترجمہ ہر جگہ بین السورتین اون لوگون نے کہ جو کامل الرجولیۃ ہین درایۃً و روایۃً ہر طرح موافق سنتِ نبوی کے بسم اللہ پڑھی ہے۔ صاحبِ شعلہ اس شعر کی شرح مین یون لکھتا ہے السنۃ لغۃ الطریق واصطلاحًا قول الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وفعلہ وتقریرہ نموہا رفعوہا واسندوہا الی الصحابۃ ثم قال فی مقاصدہ تلفظ ببسم اللہ وفصل بہا بین کل سورتین قالون والکسائی وعاصم وابن کثیر المرموز عنہم بالباء والراء والنون والدال وترک الباقون البسملۃ

لان البسملة من قبیل الاثبات الدال علی حذف الباقین اما دلیل المبسملین فرسم الصحابة ایاها فی المصاحف وما روی عن ابن عباسؓ کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اذا انزل علیه بسم اللہ الرحمن الرحیم علم ان تلک السورة قد ختمت ولغیر ذلک ولهذا قال بسنة اخذین بسنة متمسکین بها۔ ودلیل التارکین ما روی عن ابن مسعودؓ کنا نکتب باسمک اللهم فلما نزلت بسم اللہ مجریها کتبنا بسم اللہ فلما نزلت قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن کتبنا بسم اللہ الرحمن فلما نزلت انه من سلیمن وانه بسم اللہ الرحمن الرحیم کتبناها ثم المبسملون بعضهم عدها آیة من کل سورة سوی براءة وهو غیر قالون وعدها حمزة من تارکین آیة من الفاتحة فقط ولا شبهة عند الکل فی سورة النمل انها آیة وقوله رجال مدح لهم بکمال الرجولیة ای بسمل رجال اسندوا البسملة الی الصحابة جامعین بین الدرایة والروایة

کہ جسکا خلاصہ ترجمہ بعد تحقیق لغات اور بیان ترکیب ورموز کہ جنکے بیان کی یہان ضرورت نہین۔ یہ ہے کہ ہر دو سورتون کے درمیان مین موافق طریقہ مسنونہ کے قالون اور کسائی اور عاصم اور ابن کثیر نے بسم اللہ پڑھی ہے اور باقی قاریون نے نہین پڑھی مبسملین کی دلیل اول تو یہ ہے کہ بسم اللہ کو صحابۂ کرام نے باتفاق رسم الخط مصاحف مین ثابت رکھا۔ اور دوسری دلیل حدیث ابن عباسؓ کی ہے کہ جسمین وہ فرماتے ہین کہ جب بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل ہوتی تھی تب جناب سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوتا تھا کہ اب وہ سورہ جو نازل ہو رہی تھی ختم ہو گئی اور سوا انکے اور بھی احادیث ہین کہ جنکی وجہ سے شاطبیؒ لفظ بسنۃ بولا ہے یعنی بسم اللہ پڑھنے والے اپنا ماخذ اور سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت رکھتے ہین۔ اور تارکین کی دلیل حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث ہے کہ جسمین وہ فرماتے ہین کہ پہلے ہماری عادت تھی کہ باسمک اللّٰھم لکھا کرتے تھے۔ جب بسم اللہ مجریها نازل ہوئی تو بسم اللہ لکھنے لگے اور جب قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن نازل ہوا تو بسم اللہ الرحمن لکھنے لگے اور جب انه من سلیمن وانه بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل ہوا تو بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنے لگے پھر بسم اللہ پڑھنے والون مین سے قالون کے سوا اور قاریون نے تو بسم اللہ کو سورۂ برات کے سوا اور سب سورتون کی ایک آیت گنا ہے

اور تارکین مین سے فقط امام حمزہ رح نے صرف سورۂ فاتحہ کی ایک آیت گنا ہے اور سورۂ کل کے بیچ مین
جو بسم اللہ ہے وہ سب کے نزدیک بے شبہ اوس سورہ کی جز و آیت ہے ۔ اور حضرت مُلّا علی قاری
جو علماے حنفیہ مین بڑے محقق و مشہور با اقتدار عالم ہوئے ہین وہ اسی شعر شاطبی کے شرح مین یون لکھتے
ہین بَیْنَ السُّورَتَیْنِ ظرفٌ لبَسْمَلَ رِجَالٌ فَاعِلُہٗ وَبِسُنَّةٍ حَالٌ مِنْ رِجَالٍ مُعْتَمَدٌ عَلَیْہِ
ای اخذین متمسکین بہا و نعت المصدر مقدرای بسمل بسملة بسنة منقولة و نموھا فقہوھا
صفة رجال و بسنة و درية مصدر من دری و تحملا مصدر تحمل نقل تمیزان السنة ای
اصلوھا من جھة الدراية والرواية ومعنی الرموز اثبتت ذو باء بسنة وراء رجال و نون
نموھا و دال درية قالون والكسائی وعاصم و ابن كثير البسملة بكمالها بين كل سورتين
متصلتين و منفصلتين متغايرتين ولو غير مرتبتين الا المستثناة و علو ان الباقين لم
يبسملون فان هذا من قبيل الحذف والاثبات و سياتی تفصيل مذهب الباقين و معنی البيت
ان اهل البسملة جماعة متمسكون بالسنة ثابت الرجولية رفعوا المسئلة واسندوها الی
غيرهم من ارباب الدراية ولا يخفی انه قدم محل الخلاف علی الوفاق لانه المقصود وبه
يفهم غيره بالاتفاق و هذا الخلاف انما هو فی الوصل كما قاله المكی والمعنی ان محله
اذا لم يقف علی اخر الاولی و فهم من الاصلين تعين البسملة فی الابتداء الناشی عن الوقف
و خرج وصل الطريقين من سورة كما اذا كرر الاخلاص مثلاً فانه لابد من البسملة
فی كل قراءة لانها مبتدأ بها فی ذلك الحالة وكذا حكم وصل الناس بالفاتحة لان لها
حكم الابتداء ۔ ثم دليل المبسملين رسم الصحابة اياها فی المصاحف وما روی عن ابن
عباسؓ كان رسول الله صلی الله عليه وسلم اذا انزل بسم الله الرحمن الرحيم علم
ان تلك السورة قد ختمت ولهذا اخذ المحققون من اصحابنا الحنفية ان البسملة اية
مستقلة انزلت للفصل ليست من اجزاء السور و فی رواية اخری عن سعيد بن جبير
كان عليه السلام لا يعلم انقضاء السورة حتی ينزل عليه بسم الله الرحمن الرحيم

ففیه دلیل علی انه قد تکرر انزالها فی اول کل سورة فهذه السنة التی نمی هاتر
دلیل للتارکین ما روی عن ابن مسعود کنا نکتب بسمك اللهم فلما نزلت بسم الله
مجریها کتبنا بسم الله فلما نزلت قل ادعوا الله او ادعوا الرحمن کتبنا بسم الله الرحمن
فلما نزلت انه من سلیمن وانه بسم الله الرحمن الرحیم کتبنا ووجه الدلالة ان فی الحول
الاول کان الوصل بین السورتین من غیر بسملة فالجمع ان یبسمل فی الابتداء الذی
هو الاصل ویترك فی حال الوصل جمعًا یکمل به الفصل المعتبر عند اهل الفصل والحاصل
ان التارکین اخذوا بالحال الاول والمبسملین اخذوا بالحال الاخیر المعقول ولا یخفی قوة
دلیل المبسملین لاسیما مع کتابة البسملة فی اول کل سورة اجماعًا من الصحابة جامعین بین الروایة والدرایة

خلاصہ ترجمہ عبارت حضرت ملا علی قاریؒ یہ ہے کہ قالون اور ابن کثیر اور عاصم اور کسائی بین السورتین بسم اللہ
پڑھتے ہیں اور باقی قاری نہیں پڑھتے اور سند پڑھنے والونکی اول تو جمہور صحابہ کا فعل ہے یعنی باتفاق
سب نے رسم الخط میں بسم اللہ کو ثابت رکھا اور دوسری حدیث ابن عباسؓ ہے اور حدیث ابن جبیر ہے
کہ جو صاف طور پر اس بات پر دلالت کرتی ہیں تو بسم اللہ ہر سورہ پر نازل ہوا کرتی تھی۔ اور تارکین کی
سند حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث ہے۔ اور یہ اختلاف جو ہے تو اس صورت میں ہے کہ جب دو سورتوں کو
ملا کے پڑھا جاوے اور اگر پہلی سورت کو ختم کرکے اس پر وقف کردیا جاوے اور پھر دوسری سورہ کو
شروع کردیا جاوے جیسا کہ تراویح میں دستور ہے تو باتفاق جملہ قراء وہاں بسم اللہ پڑھنی ہی چاہئے
اور مبسملین کی دلیل اول تو جملہ صحابہ کرام کا بسم اللہ کا رسم الخط مصاحف میں قائم رکھنا ہے اور دوسری
دلیل حدیث ابن عباسؓ ہے کہ جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ جب بسم اللہ نازل ہوتی تھی۔ تو جب حضرت
سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم سورة کے ختم ہونے کو جان جاتے تھے اور اسی وجہ سے ہمارے حضرات
محققین حنفیہ نے اس بات کو اختیار کرلیا ہے کہ بسم اللہ آیۃ مستقلہ ہے جو سورتوں میں فاصلہ کرنے کے واسطے
نازل ہوئی ہے اجزاء سورہ سے نہیں ہے اور قوتِ دلیل بسم اللہ پڑھنے والونکے عیاں ہے تمام ہوا خلاصہ
ترجمہ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا اور اسی شعر کے شرح میں ابن القاصح یوں لکھتا ہے آخبرا

رجالًا بسملوا بین السورتین اٰخذین فی ذلک بسنة نموها ای رفعوها ونقلوها وهم قالون والکسائی وعاصم وابن کثیر واشار الیهم بالبا والراء والنون والدال من قوله بسنة رجال نموها درية وعلم من ذلک ان الباقین لا یبسملون بین السورتین لان هٰذا من قبیل الاثبات والحذف واراد بالسنة التی نموها کتابة الصحابة لها فی المصحف وقول عائشة رضی الله عنها اقرءوا ما فی المصحف وکان النبی صلی الله علیه وسلم لا یعلم انقضاء السورة حتی یُنزل بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ففیه دلیل علی تکریر نزولها مع کل سورة ومعنی درية وشملوا ای دارین متحملین لها ای جامعین بین الروایة والدرایة

ترجمہ ناظم کہتا ہے کہ قالون اور کسائی اور عاصم اور ابن کثیر نے بموجب حدیث مرفوع کے بسم اللہ بین السورتین پڑھی ہے اور باقی قرا نے بسم اللہ نہیں پڑھی ہے۔ اور حدیث مرفوع سے مراد ایک تو یہ امر ہے کہ صحابہ کرام نے بسم اللہ کو رسم الخط قرآن مین باتفاق ثابت رکھا۔ اور دوسری حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہے کہ جسمین وہ فرماتی ہین تم جو قرآن مین لکھا ہے اوسکو پڑھا کرو۔ اور جبتک بسم اللہ نازل نہین ہوتی تھی حضرت کو اوس سورہ کے ختم ہونے کے جو نازل ہوئی ہوتی تھی خبر نہین ہوا کرتی تھی اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بسم اللہ ہر سورہ کے ساتھ نازل ہوا کرتی تھی آہ اور صاحب غیث النفع فی قراءات السبع لکھتا ہے۔ لا خلاف فان القاری اذا افتتح قراءته باول سورة غیر براءة انه یبسمل سواء کان ابتداءه عن قطع او وقف ورُبّما یظن بعضهم ان الابتداء لا یکون الا بعد قطع ولیس کذالک والمراد بالقطع عند المحققین ترک القراءة رأسا بان تکون نية القاری ترک القراءة والانتقال منها لامر اٰخر والوقف قطع الصوت عن الکلمة زمانا یتنفس فیه عادة بنیة استیناف القراءة وکثیر من المتقدمین یطلقون القطع علی الوقف وکذالک الفاتحة ولو وصلت بغیرها من السور لانها وان وصلت لفظا فهی المبتداء بها حکما

ترجمہ یعنی یہ مسئلہ اجماعی ہے کہ جب کوئی پڑھنے والا سوائے سورہ برارة کے کسی سورة کو شروع کرے تو اوسکو ضرور اوس سورة کے شروع مین بسم اللہ پڑھنی چاہیے خواہ اوسنے ابتدا بعد قطع قراءت کے

کی ہو خواہ وقف کے کی ہو اور یہ جو بعض قُرا خیال کرتے ہین کہ ابتدار قرارت بعد قطع قرارت ہی کے ہوتا ہے یہ خیال غلط ہے اور محققین کے نزدیک قطع قرارت اس امر کا نام ہے کہ قاری کی نیت قرارت ترک کرنے اور کام مین لگ جانے کی ہو اور وقف اسکا نام ہے کہ کسی کلمہ کو پڑھ کے پڑھنے سے اس نیت سے رک جاوے کہ سانس لیکے پھر آگے قرارت کر شروع کریگا اور بہت سے متقدمین وقف کو بھی بلفظ قطع سے تعبیر کر دیتے ہین

واختلفوا فی اثباتہا بین السورتین سواءٌ کانتا مرتبتین او غیر مرتبتین فاثبتہا قالون والمکی وعاصم وعلی وحذفہا حمزۃ ووصل بین السورتین واختلف عن غیرہم فی الحذف والاثبات

ترجمہ۔ اور بین السورتین بسم اللہ پڑھنے مین علماے قرارت نے اختلاف کیا ہے یعنی بعض نے پڑھی ہے اور بعض نے نہین پڑھی خواہ دو سورتین مرتب خواہ غیر مرتب یعنی قالون اور ابن کثیر اور عاصم اور کسائی نے تو بسم اللہ کو ثابت رکھا ہے اور حمزہ نے دو سورتون کے بیچ مین سے بسم اللہ کو حذف کیا ہے اور باقی قُرا کو حذف اور اثبات مین اختلاف ہے انما اختلفوا فی الوصل ولم یختلفوا فی الابتداء لانہا مرسومۃ فی جمیع المصاحف فمن ترکہا فی الوصل لو لم یات بہا فی الابتداء یخالف المصاحف ویخرق الاجماع ترجمہ اور یہ اختلاف جو ہے تو وصل کی حالت مین ہے اور ابتدا کی حالت مین تو اختلاف ہے ہی نہین۔ کیونکہ سب مصاحف مین بسم اللہ لکھی ہوئی ہے اب جو قاری حالت وصل مین بسم اللہ کو ترک کرتا ہے اگر وہ حالتِ ابتدا مین بسم اللہ کو نہ پڑھے گا تو وہ مخالف رسم مصاحف اور خارق اجماع ٹھیریگا۔ ولا خلاف بینہم فی حذفہا من اول براءۃ لانہا لم ترسم فیہ فی جمیع المصاحف ترجمہ اور اول براۃ سے بسم اللہ کے حذف کرنے مین بسبب اسکے محذوف الرسم ہونیکے کسی کو خلاف نہین اور صاحب غیث النفع سورۂ فاتحہ مین یون کہتا ہے وآیہا سبع بالاجماع لکن من لم یعد البسملۃ آیۃ فصراط الذین انعمت علیہم آیۃ وغیر المغضوب علیہم ولا الضالین آیۃ اخری ومن عدہا آیۃ فکلہ عندہ آیۃ واحدۃ جلالتہا ای ما فیہا من اسم اللہ واحدۃ ہذا ان قلنا ان البسملۃ لیست بآیۃ ولا بعض آیۃ من اول الفاتحۃ ولا من اول غیرہا وانما کتبت فی المصاحف للتیمن والتبرک او انہا فی اول الفاتحۃ لابتداء الکتاب علی عادۃ اللہ جل وعز فی ابتداء کتبہم

وفی غیر الفاتحة للفصل بین السور **قال** ابن عباسؓ کان رسول الله صلی الله علیه وسلم
لا یعرف فصل السورة حتی ینزل علیه بسم الله الرحمن الرحیم وهو مذهب مالکؒ و
ابی حنیفةؒ وثوریؒ **وحکی** عن احمد وغیره وانتصر له مکی فی کشفه وقال انه الذی اجمع
علیه الصحابة والتابعون والقول بغیره محدث بعد اجماعهم وشنع القاضی ابوبکر
ابن الطیب بن الباقلانی المالکی البصری نزیل بغداد علی من خالفه وکان اعرف الناس
بالمناظرة وادقهم فیها نظرًا حتی قیل من سمع مناظرة القاضی ابی بکر لم یستلذ بعدها
بسماع کلام احد من المتکلمین والفقهاء الخبار اما ان قلنا انها آیة من اول الفاتحة ومن
اول کل سورة وهو الاصح من مذهب الشافعی وانها آیة من الفاتحة فقط وانها آیة
من الفاتحة وبعض آیة من غیرها فلابد من عد جلالتها وبقی قول خامس وهو انها
آیة مستقلة فی اول کل سورة لا منها وهو المشهور عن احمد وقول داؤد واصحابه وحکاه
ابوبکر الرازی عن ابی الحسن الکرخی وهو من کبار اصحاب ابی حنیفة وعلیه فلا تعد
جلالة البسملة مع السور وانما تعد فی جملة ما فی القرآن وانما اقتصرنا فی عد ما فی الفاتحة
وغیرها من جلالات علی القول الاول لانه مذهبنا وایضا فان المحققین من الشافعیة
وعزاه الماوردی للجمهور علی انها آیة حکمًا لا قطعًا قال النووی والصحیح انها قرآن علی
سبیل الحکم ولو کانت قرآنًا علی سبیل القطع لکفر نافیها وهو خلاف الاجماع وقال المحلی
عند قول منهاج فقرتهم والبسملة منها ای من الفاتحة عملا لانه صلی الله علیه وسلم
عدها آیة منها صححه ابن خزیمة والحاکم ویکفی فی ثبوتها من حیث العمل الظن انتهی
ومعنی الحکم والعمل انه لا تصح صلوٰة من لم یأت بها فی اول الفاتحة وهو نظیر
کون الحجر من البیت ای فی الحکم باعتبار الطواف والصلوٰة فیه لا له لا باعتبار
انه من البیت اذ لو ثبت ذلک بقاطع واذا قلنا انها آیة قطعًا لا حکمًا کما هو ظاهر
عبارة کثیر فیکون من باب اختلاف القراء فی اسقاط بعض الکلمات واثباتها وکل قرأ

بما تواتر عنده والفقهاء تبع للقرآء فی ھذا وکل یسئل عنه اھله والمسئلة طویلة الذیل وما ذکرناه لب کلامھم وتحقیقه اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ بسم اللہ بعض قرار کے نزدیک تو ہر سورہ کی آیت نہین اور بعض کے نزدیک ہر سورہ کی آیت یا جزو آیت ہے چنانچہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ بسم اللہ ہر سورہ پر نازل ہوا کرتی تھی۔ اور جب بسم اللہ نازل ہوتی تھی تب حضرتؐ کو سورہ کا ختم ہونا معلوم ہوا کرتا تھا اور یہی مذہب امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ اور حضرت سفیان ثوریؒ اور احمدؒ وغیرہ سے بھی منقول ہے۔ اور زکی نے کشف مین کہا ہے کہ اسی پر اجماع صحابہ اور تابعین کا ہے اور جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ بسم اللہ قطعاً آیت قرآن ہے تو اب اسکا پڑھنا اور نہ پڑھنا ایسا ہی ہوا کہ جیسے اور قرارت کے اختلافات کا پڑھنا ہے اور اس باب مین یعنی اختلاف قرارت کے موافق بعض حروف اور کلمات کو بعض موقعون سے حذف اور عدم حذف مین فقہاء قرار کے تابع ہین کیونکہ ہر مسئلہ اوسکے اہل سے یعنی اوس شخص سے کہ جو اوس فن کا ماہر ہو پوچھا جایا کرتا ہے اور چونکہ یہ مسئلہ فن قرارت کا ہے پس اسمین فقہاء قرار کے تابع ہین۔ اور علامہ جزریؒ کتاب نشر مین اس باب مین لکھتے ہین۔ ففصل بالبسملة بین کل سورتین الا بین الانفال والبراءة ابن کثیر وعاصم والکسائی وابو جعفر وقالون والاصبهانی عن ورش **ترجمہ** یعنی ہر دو سورتون کے بیچ مین سوائے انفال اور براءۃ کے ابن کثیر اور عاصم اور کسائی اور ابوجعفر اور قالون اور اصبہانی نے بسم اللہ پڑھی ہے اور تھوڑی دور آگے چل کے وہی علامہ اوسی کتاب مین یون کہتے ہین الثالث ان کلا من الفاصلین بالبسملة والواصلین والساکتین اذا ابتدأ سورة من السور بسمل بلا خلاف عن احد منهم الا اذا ابتدأ براءة کما سیأتی سواء کان الابتداء عن وقف ام قطع اما علی قراءة من فصل بها فواضح واما علی قراءة من الغاها فللتبرک والتیمن والموافقة خط المصحف لانها عند من الغاها انما کتبت لاول السورة تبرکا وھو فلم یلغها فی حالة الوصل الا لکونه لم یبتدأ فلما ابتدأ لم یکن بد من الاتیان بها لئلا تخالف المصحف وصلا ووقفا فیخرج عن الاجماع وکان ذلک عنده کهمزات الوصل

تحذف وصلاً وتثبت ابتداءً ولذالك لو يكن بينهم خلاف فى اول الفاتحة اه

ترجمہ تیسری تنبیہ یہ ہے کہ سب قاری خواہ بسمل ہون خواہ تارک جب وہ قراءت قرآن کسی سورہ سے شروع کرتے ہین تو باتفاق شروع سورہ مین بسم اللہ پڑھتے ہین سوائے سورۂ برات کے عام اس سے کہ ابتدا بعد الوقف ہو یا بعد القطع اور اس پڑھنے کی وجہ بسملین کے نزدیک تو ظاہر ہے اور تارکین کے نزدیک اسکا پڑھنا تیمناً وتبرکاً ہے اور نیز واسطے موافقت رسم الخط کے کیونکہ سب مصاحف مین بسم اللہ برابر لکھی ہوئی ہے اب اس صورت مین تارکین کے نزدیک بسم اللہ کی ایسی حالت ہوئی کہ جیسے عبارت مین ہمزۂ وصل کی حالت ہوتی ہے یعنی جب اوپر سے بلاکے پڑھا جاتا ہے تو ہمزہ کو حذف کردیا جاتا ہے اور جب اوس ہمزہ سے عبارت شروع کردیجاتی ہے تو ہمزہ کو پڑھ دیا جاتا ہے اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قرا مین اختلاف قراءت بسم اللہ بین السورتین اوسوقت ہے کہ جب دو سورتون کو بلاتوقف بین السورتین پڑھا جاوے اور جب ایک سورت کو تمام کرکے پھر دوسری سورت شروع کی تو اس قول علامہ جزری کے موافق وہان بھی جملہ قرا کے نزدیک خواہ تارکین سے ہون خواہ بسملین سے بسم اللہ پڑھنی ہی پڑے گی جس سے ہمارے مدعا کی تائید ہوتی ہے اور وہی علامہ جزریؒ احکام بسم اللہ مین یون لکھتے ہین اُختلِفَ فِي هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ على خمسة اقوال **اَحَدُهَا** انها آية من الفاتحة فقط وهذا مذهب اهل مكة والكوفة ومن وافقهم وروى قولا للشافعى **اَلثَّانِى** انها آية من اول الفاتحة ومن اول كل سورة وهو اصح من مذهب الشافعى ومن وافقه وهو رواية احمد ونسب الى ابى حنيفة **اَلثَّالِث** انها آية من اول الفاتحة وبعض آية من غيرها وهو قول الثانى للشافعى **اَلرَّابِع** انها آية مستقلة فى اول كل سورة لا منها وهو المشهور عن احمد وقول داؤد واصحابه وحكاه ابوبكر الرازى عن ابى الحسن الكرخى وهو من كبار اصحاب ابى حنيفة **اَلْخَامِس** انها ليست بآية ولا بعض آية من اول الفاتحة ولا من اول غيرها وانما كتبت للتيمن والتبرك وهو مذهب مالك وابى حنيفة والثورى ومن وافقهم وذلك مع اجماعهم على انها بعض آية من سورة النمل وان بعض آية من الفاتحة قلت وهذه الاقوال ترجع الى النفى والاثبات

والذی نعتقده ان کلها صحیح وان کل ذالك حق فیکون الاختلاف فیها کاختلاف القراٰات

ترجمہ اس مسئلہ مین علما کے پانچ قول ہین ایک یہ کہ بسم اللہ فقط فاتحہ کی ایک آیت ہے اور یہی مذہب اہل مکہ اور کوفہ اور اونکے موافقین کا ہے اور ایک قول امام شافعیؒ کا بھی اسیطرح منقول ہے اور قول ثانی جو صحیح مذہب امام شافعیؒ کا اور اونکے موافقین کا اور ایک روایت احمدؒ کی بھی ہے اور امام ابو حنیفہؒ کی طرف بھی منسوب ہے یہ ہے کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ اور ہر سورہ کی پہلی آیت ہے اور تیسرا قول جو امام شافعیؒ کا قول ثانی ہے یہ ہے کہ بسم اللہ فاتحہ کی پہلی آیت ہے اور اور سورتونکی جزو آیت ہے۔ اور چوتھا قول جو قول مشہور احمدؒ کا اور داؤد اور اونکے اصحاب کا ہے اور ابو بکر رازی نے اوسکو ابو الحسن کرخی سے جو امام ابو حنیفہؒ کے بڑے صحابیون مین سے ہین نقل کیا ہے یہ ہے کہ بسم اللہ ہر سورہ کے اول مین آیت مستقلہ ہے اور جزو کسی سورہ کا نہین۔ اور پانچوان قول یہ ہے کہ بسم اللہ نہ کسی سورت کی آیت مستقلہ ہے اور نہ کسی سورہ کے کسی آیت کا جزو ہے یہ مذہب امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ وغیرہم کا ہے مگر یہ بات بھی ہے کہ ان حضرات کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ بسم اللہ سورۂ نمل اور سورہ فاتحہ کی جزو آیت ہے الغرض ان اقوال کا مرجع طرف نفی اور اثبات کے ہے اور ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ یہ سب قول صحیح ہین۔ اور سب حق ہین اور اس مسئلہ مین اختلاف مانند اختلاف قراأتونکے ہے اور پھر اسی بسم اللہ کی بحث مین علامہ جزری ہی یون کہتے ہین

قد نص اسحاق بن محمد المسیبی وثق اصحاب نافع واجلهم قال سألتُ نافعا عن قراءة بسم الله الرحمن الرحیم فامرنی بها وقال اشهد انها من السبع المثانی وان الله انزلها روی ذالك الحافظ ابو عمرو الدانی باسناد صحیح وکذلك رواه ابوبکر بن مجاهد عن شیخه موسی بن اسحٰق القاضی عن محمد بن اسحٰق المسیبی عن ابیه وروینا ایضًا عن ابن المسیبی قال کنا نقرأ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اول فاتحة الکتٰب وفی اول سورة البقرة وبین السورتین فی العرض والصلوٰة هٰذا کان مذهب القراء بالمدینة وقال فقهاء المدینة لا یفعلون ذٰلك قلت وحکی القاسم الهذلی عن مالك انه سأل نافعًا عن البسملة فقال السنة الجهر بها فسلموا الیه وقال کل علم یسأل عنه اهله

ترجمہ جسکا خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ بسم اللہ منزل من اللہ ہے اوسکو پڑھنا چاہیے چنانچہ ابن المسیبی سے منقول ہے کہ ہم سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقر اور ہر سورہ کے شروع پر ہر حالت مین یعنی خواہ خارج از صلوٰۃ قرآن سناتے ہون خواہ نماز مین بسم اللہ پڑھا ہی کرتے تھے اور قرار مدینہ کا یہی مذہب تھا۔ اور فقہاے مدینہ اس فعل کو منکر تے تھے۔ مگر قاسم بزلی نے امام مالکؒ سے روایت کی ہے کہ امام مالکؒ نے امام نافعؒ سے بسم اللہ کا مسئلہ پوچھا تو امام نافعؒ نے جواب دیا کہ مسنون تو بسم اللہ کا جہر ہی ہے۔ یہ بات سُنکے امام مالکؒ امام نافعؒ کو سلام کر کے یہ کہتے ہوئے رخصت ہوئے کہ ہر علم کا مسئلہ اوس علم کے جاننے والے ہی سے پوچھنا چاہیے۔ اِن روایات سے یہ امر بخوبی معلوم ہو گیا کہ بین السورتین بسم اللہ پڑھنے کا اختلاف ایسا ہے کہ جیسے اور اختلافات قراءتِ سبعہ یعنی جیسا اون سب کو پڑھنا جائز ہے ویسا ہی اسکا پڑھنا بھی جائز ہے پس مسلین کی روایت مین بسم اللہ بین السورتین خواہ داخلِ نماز ہو خواہ خارج نماز بجہر پڑھنی چاہیے کیونکہ گو فقہا کو اپنی فرائی تحقیق اس مسئلہ مین کچھ ہی ہوتی تھی مگر روایت کے موقع پر آکے اس مسئلہ کو مسئلہ فنِ قراءت ہو جانیکی وجہ سے وہ بھی قرا ہی کا اتباع کرتے تھے۔ کیونکہ حضرت امام مالکؒ جیسے جلیل القدر امام نے باوجود اس امر کے کہ اونکا مذہب یہ تھا کہ بسم اللہ جزو ہر سورت نہین مگر حضرت امام نافعؒ سے اس مسئلہ کو پوچھ کے یون ہی فرمایا کہ کل علم یسأل عند اھلہ یعنی ہر علم کا مسئلہ اوس علم کے ماہر ہی سے پوچھنا چاہیے ۔

اب بعد تمہیدِ مقدمات جواب سوالات سنو

لفظ قَالَا الْحَمْدُ لِلّٰہِ سورۂ نمل مین اوستادانِ ثقہ سے ہمنے اسیطرح سُنا ہے اسیطرح ہمکو روایت پہونچی ہے سمعیات مین حاجت دلیل کی نہین اور اسمین خواص کے واسطے ایک نکتہ بھی ہے کہ عوام اوس سے محروم ہین اور مسائل اوس سے غیر ماجور ہے وہ یہ ہے کہ سورۂ نمل مین شرکت فی القول والمقولہ والمعنی مراد ہے اظہار اس شرکت کا اہتمام زیادہ ہے اور وَاسْتَبَقَا الْبَابَ مین شرکت صیغۂ افتعال سے جو معنی تفاعل ہے مفہوم ہوتی ہے اظہار شرکت کا چندان اہتمام نہین ہے اور ذَاقَا الشَّجَرَةَ مین فقط مقصود بیان ذوق دونون کا ہے معیت وعدم معیت مقصود نہین یہ بات فرادیٰ فرادیٰ کی طرف ضمیر پھیرنے سے بھی

ماس ہے **جواب سوال دوم** ہاں محققین حنفیہ نے تمام قرآن شریف میں ایک جگہ جہر
تسمیہ پڑھنے کو لکھا ہے تاکہ ختم پورا ہوجاوے گو تمہاری نظر سے نہیں گذرا **جواب سوال سوم**
چونکہ امام صاحب کے نزدیک تسمیہ جزو فاتحہ کا نہیں ہے اگرچہ آیت قرآنی ہے تو حکم آہستہ کا ہونا
مصلحت ہے تاکہ وہم جزئیۃ فاتحہ کا نہو۔ مانند شافعیہ کے **جواب قول چہارم** تشبیہ کے واسطے
مماثلت فی جمیع الامور ضرور نہیں ہے یہ مشارکت جزئی کافی ہے ابوحنیفہ اور امام حمزہ قول عدم جزئیۃ
ہر سورہ میں اور توطن وہمعصری میں باہم مشارک ہیں **پنجم** امام صاحب مقلد روایت کے ہیں
اوپر گذر چکا ہے کہ تقلید مجتہدات میں ہوتی ہے نہ سمعیات میں مدار قرارت کا صحت روایت پر مع جواز
نحو واحتمال رسم کے ہے قرارت اجتہادی نہیں ہے جو اسمیں تقلید ہو **ششم** امام صاحب فن
اصول نحات میں مجتہد مطلق ہیں اور سمعیات قرآن وحدیث میں مقلد محض و ثقات ہیں۔ فحوائے کلمات
ایسا مفہوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک احادیث صحیحہ سے جزئیۃ تسمیہ کی واسطے قرآن کے ثابت ہے
نہ جزئیۃ کسی سورہ کی جب قرآن میں اجتہاد جائز نہیں ہے تو اس سوال میں سب تمہاری تقریر قابل التفات
نہیں رہی **ہفتم** فرائض کا مدار قرارت پر ہے پوری سورہ پر نہیں بسم اللہ نہ پڑھنے سے نماز میں قصور
نہیں آتا فقط مقلد کسی قاری اسہل کا اگر تقلید امام صاحب ور امام حمزہ کی کر کے تسمیہ نکریگا تو نماز میں کچھ
خلل نہوگا اسواسطے کہ تقلید کرنا مجتہد کو بھی دوسرے مجتہد کی جائز ہے پر واجب نہیں عوام کا تو کیا ذکر ہے
اور خلط قرارت ایک قاری کے ساتھ دوسری قرارت کے بلا قصد تخلیط کے بھی جائز ہے تاوقتیکہ تخلیط
موجب فساد معنوں کا نہو۔ اگرچہ بہتر نہیں ہے اور اگر التزام کسی قرارت کا یا عزم روایت کا ہے تو حرام ہے
اور ظاہر ہے کہ فرائض نماز میں قصدا واسطے فرض قرارت کا ہوتا ہے غرض روایت اور التزام قرارت
کسی قاری کا نہیں ہوتا اگر تقلید امام صاحب امام حمزہ کر کے تسمیہ ترک کیا اور تقلید دوسرے مجتہد کی کرلے
تو عوام کو تو دور مجتہد کو بھی جائز ہے اور خلط ایک روایت کا ساتھ دوسری کے بھی بلا قصد روایت
وفساد جائز ہے اگرچہ ترک اولی ہے تو اس صورت میں قرارت مسبلین میں ترک تسمیہ میں کچھ حرج نہوا اور
بلا شبہ جائز ہوا باختلاف ختم قرآن کے تراویح میں یا تعلیم میں کہ التزام قرارت مع الروایۃ ہوتا ہے۔

پس ترک تسمیہ قرارت مبسملین مین اور تسمیہ قرارت تارکین مین غلط ہے کیونکہ کمی یا زیادتی ایکسو چودہ
آیت کی لازم آدے گی آور جب محققین حنفیہ نے ختم قرآن مین بخوف نقصان ختم ایک جگہ تسمیہ جہرًا
تراویح مین جائز لکھا ہے تو مبسملین کے نزدیک تو ترک ایک سو چودہ آیت کا لازم آویگا اور وہ جائز
نہین کہ نقص ختم و کذب عمدًا لازم آویگا اور اگر بہ تقلید ائمۂ مبسملین کے کہ اونکے نزدیک تسمیہ کا تواتر
ثابت ہے تقلید روایت صحیحہ کر کے مخالف مذہب حنفی کے ظاہرًا کیا تو کچھ حرج نہین ہے کہ یہ مسئلہ
اجتہادی نہین آور وقت صحت روایت کے خود امام صاحب نے اجازت عمل بالحدیث کی دی ہے
تو ہمین عمل بقول امام ہوا آور اگر ہم تسلیم بھی کر لین تو پوچھتے ہین کہ آسجگہ کس اصل اور قاعدہ موضوعہ امام
ابوحنیفہؒ کے جو مدار حنفیۃ و منجی از تخلیط بے دینان ہین مخالفت لازم آتی ہے اوس اصل اور قاعدہ کو
بیان کرو کہ جسکو تمنے سمعیات محضہ مین داخل کیا ہے تضیع اوقات خلق اللہ کی مت کرو آور اپنے توہمات
بے اصل سے خلق اللہ کے دل مت پریشان کرو روایات فقہیہ مین خوض کرو آور ہمارا پیچھا چھوڑو فقط
۱۶ شوال المکرم ۱۳۰۶ ہجری بعد تحریر جواب ہذا ایک فتوی ممانعت تسمیہ کا (کہ جسکی نقل بعد تمامی
اس تحریر کے کیجاوے گی) نظر سے گذرا حاصل اوسکا یہ ہے کہ قراءات سب متواتر ہین سب کا پڑھنا جائز
ہے وجوب بالیقین کسی کا نہین ہے اختیار ہے جو چاہے پڑھے آور جزئیۃ تسمیہ کی اجتہادیہ ہے عاصم کا
اجتہاد جزئیۃ کا ہے اور ابوحنیفہؒ کا اجتہاد عدم جزئیۃ کا ہے ہم مقلدین حنفیہ کے نزدیک ترجیح اجتہاد
ابوحنیفہؒ کو ہے سوا گر تسمیہ کرے تو سرًا کرے انتہی مضمونہ ظاہر ہے کہ دلائل مبسملین اور تارکین
دونون کی احادیث صحیحہ ہین شاید مجیب نے دلائل طرفین کو ملاحظہ نہین کیا یہان اجتہاد کا کیا دخل
ہے مبسملین خود جزئیہ مین متفق نہین ہین تمسک طرفین کا احادیث سے ہے دلیل طرفین مین جزئیۃ لغو ہے
جزئیۃ کا ذکر اسی قدر ہے کہ اگر تسمیہ نہ پڑھے گا تو بعض قائلین جزئیۃ کے نزدیک پورا ختم نہوا آور اگر تسمیہ
سرًا کیا تو سامعین نے پورا ختم نہ سنا موافق قرارت مقروہ کے زیادہ اور کوئی استحالہ نہین ہے آور
جب مجیب کے نزدیک تواتر و جواز پڑھنے سب قرارت کا ہے تو وجہ ممانعت کی کوئی باقی نہین رہی
پھر کس قدر اصرار ممانعت پر بیجا ہے کتب قرارت اور احادیث سے ثابت ہے کہ دونون فرقے کی

سند احادیث مین لَيْسَ لِقِيَاسٍ فِي الْقِرَاءَةِ مَدْخَلٌ الخ اور بِسْمِلْ بَيْنَ السُّوَرِ بَيِّنٍ بِسُنَّةٍ
رِجَالٌ نَمَوْهَا دِرَايَةً وَتَحَمُّلًا قول شاطبی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے دونون فرقے احادیث کو کرتے مین
دونون قرآن مین اجتہاد کو دخل نہین دیتے اگر اجتہاد کو دخل دیتے ہین تو بتلاؤ نشان اجتہاد عاصمؒ اور
ابوحنیفہؒ کا اگر اجتہاد سے مراد خرص وتخمین ہے تو مسموع نہین ہوگا اور اگر مراد قیاس فقہی ہے تو بیان مقیس
کیا ہے اور مقیس علیہ کیا ہے اور وصف مشترک کیا ہے اور نص اوپر علیۃ وصف مشترک کے کیا ہے بغیر بیان
ان امور کے دعوی اجتہاد طرفین کا محض احتمال لاعن دلیل پر کسطرح مقبول ہوگا عاصمؒ نے کس جگہ جزئیۃ کو
قیاس سے ثابت کیا ہے اور ابوحنیفہؒ نے کس جگہ جزئیۃ کو قیاس سے باطل کیا ہے بدون اس تصریح کے جزئیۃ
علت ومدار اختلاف کا ٹھیرانا نہین ہوسکتا شاید بلاحظہ دلائل طرفین سے شبہ مجیب کا رفع ہوجاوے
والاخیر جبکہ جواز وتواتر سب قرارت کا مجیب کے نزدیک ثابت ہے تو کوئی نص ابوحنیفہؒ کی بیچ ممانعت تکمیل
ختم قرارت مبسملین کی تو ضرور چاہیے اور پھر جبکہ کتب قرارت وفقہ مین موجود ہے کہ قول اول امام شافعیؒ کا
جزئیۃ تسمیہ فاتحہ فقط ہے اور قول ثانی امام شافعیؒ کا جو معمول ومعتمد ہے جزئیۃ تسمیہ کا واسطے ہر سورۃ کے
ہے تو درصورت ترک تسمیہ کے جو سامع شافعی ہوگا اوسکا ختم پورا نہوا اور امام اگر شافعی ہوگا تو وہ کسطرح
خلاف شافعی کے ترک تسمیہ کریگا۔ اور عبادات مین بقدر التزام اس امر کا کرے کہ وہ عبادت بالاتفاق
پوری ادا ہو مگر اگر مجیب یہ امر ثابت کرے کہ حنفیہ کو قرارت مبسملین کی قرارت پڑھنی منع ہے اور شافعیہ کو
تارکین کی اور حسب قول مجیب سبکو جائز لکھ چکا ہے تو پھر وجہ اصرار ممانعت پر وتعیین قرارت تارکین کے
حق تسمیہ مین کیا ہے باوجود جواز دونون کے تعیین ترک تسمیہ کی قول امام سے یا اور دلیل سے بیان ہو
ہماری غرض اسیقدر ہے تا ختم قرآن سبکو سب کے نزدیک حاصل ہو اختلافی نہ رہے اگر تسمیہ نکریگا سنت
تراویح ہوجاوے گی ختم قرآن پوری مین شبہ رہے گا فقط واللہ اعلم بالصواب تمت

نقل دستخط شریف
محمد عبدالرحمن پانی پتی ۱۹ر شوال
سنہ ۱۳۰۶ ہجری

نقل فتویٰ ممانعت تسمیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہین علماے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ مین کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ہر سورہ کے شروع مین ختم تراویح مین چاہیے یا نہین اور اگر پڑھین تو سرًا پڑھین یا جہرًا بموجب قراءۃ حفص کے جو بسملین سے ہین درصورت ترک کرنیکے ایک سو تیرہ ۱۱۳ آیتون کا نقصان لازم آتا ہے اور جبکہ یہ قراءۃ مروجہ حفص متواتر پہونچی تو انکار جزئیۃ تسمیہ سے انکار تواتر لازم آتا ہے اور باوجود عقیدۂ جزئیہ کے ایک سو تیرہ ۱۱۳ آیتون کا ترک کرنا کیونکر جائز ہوا اسمین جو کچھ قولِ فیصل ہو اور معمول مقتدایانِ دین ہو صاف صاف ارشاد ہو اور اسی طرح بعد والضحیٰ کے آخر تک ہر سورہ کے ختم پر تکبیر پڑھنی چاہیے یا نہین اور درصورت نہ پڑھنے کے تکبیر رکوع بھی کافی ہو جاوے گی یا نہین **الجواب** جب مبسمل کی قراءۃ متواتر ہے اور غیر مبسمل کی قراءۃ بھی متواتر ہے کچھ فرق تواتر مین نہین بایںمعنی کہ سب الفاظ فخر عالم علیہ السلام سے متواتر ثابت ہوے ہین اور سب کا پڑھنا جائز وثابت ہے آپ نے کبھی اسکو پڑھا کبھی اُسکو مگر وجوب بالتعیین کسی قراءۃ کا ثابت نہین ہے ہنوز تخییر باقی ہے جو قراءۃ چاہو پڑھو کہ سب متواتر ثابت ہین پس ثبوت اور قرارت ان وجوہِ قرارت کا تواتر ثابت ہوا نہ وجوب کسی قراءۃ کا ثبوت تواتر سے وجوب کب لازم آتا ہے مضمضہ و استنشاق و تیامن اور صدہا امور ہین کہ فعل انکا حضرت علیہ السلام سے تواترًا ثابت ہوا اور واجب کوئی شئے نہین ہوگی پس جب قرارتِ سبعہ متواتر ثابت ہوئی تو دیکھو کہ مبسمل ضم تسمیہ یاسورہ کو روایت کرتا ہے اور حق ہے کہ حضرت علیہ السلام نے قرآن کے ساتھ تسمیہ پڑھا اور غیر مبسمل عدم ضم نقل کرتا ہے اور حق ہے کہ آپ نے گاہے نہین پڑھا اور دونون امر متواتر ثابت ہین دونون امر جائز ہین اب رہا یہ کہ تسمیہ جزوِ سورہ ہے یا نہین دونون روایت ثابت نہین ہوسکتی کسی طرح کیونکہ پڑھنے کی حالت مین احتمال تبرکًا پڑھنے کا ہے اور نہ پڑھنے مین بعض سورہ کا ترک کردینا محتمل ہے پس مبسمل کا اجتہاد اور راے ہوئی کہ جزوِ سورہ تھا اور غیر مبسمل کہتا ہے کہ جزو نہ تھا تبرکًا گاہے پڑھا سو جزئیۃ اجتہاد

ٹھیرا اور نہ یہ امر کہ جزئیۃ یا غیر جزئیۃ کو حضرت علیہ السلام نے قولاً ارشاد فرمایا ہو وہ قول متواتر ثابت ہوگیا حاشا وکلا ہرگز نہین امام مالکؒ جیسا مقتدا کیونکر متواتر امر کا منکر ہوا اور انکار متواتر سے کیا انکا حکم ہوویگا آیت قرآن ہونے ہی کا انکار فرماتے ہین پھر رہی یہ بات کہ نماز مین جہر تسمیہ سورہ یا فاتحہ کے ساتھ ہوا ہو ہنوز ثابت نہین مرفوع حدیث سے تو ثبوت بہت ہی دشوار ہے جو کچھ ہو ویگا وہ محل تامل ہے صحابہ بھی اوسکے قائل نہین انسؓ اور عبداللہ بن مغفل انکار جہر کرتے ہین رسول علیہ السلام اور خلفا کسی نے جہر نہین کیا بدعیہ جہر تسمیہ کے قائل ہین اور بعض صحابہ جیسے ابوہریرہؓ سے اگر ثبوت فعل ہے۔ تو وہ بھی احتمال اجتہاد کا رکھتا ہے جیسا خود فاتحہ کا پڑھنا خلف الامام اونکا اجتہادی ہے صاحب سفر السعادت خود مقر ہوگیا کہ جہر بسم اللہ کسی حدیث سے ثابت نہین بھلا سوچو تو اگر تسمیہ جزو فاتحہ ہوتا کسطرح جزو کو حذف یا اخفا کرتے غرض اسمین تطویل کی حاجت نہین جزئیۃ تسمیہ کسی حدیث مرفوع سے ثابت نہین ہوسکتی جو رائے عاصم ہے وہ محض اجتہاد ہے کہ اجتہاد دیگر قرّاء کا اوسکے خلاف معارض ہے مع ہذا امام ابوحنیفہ کہ جسکے مقلد ہم لوگ ہین اونکی رائے عدم جزئیۃ کی ہے اور حق بھی احادیث سے عدم جزئیۃ ہی معلوم ہوتی ہے کہ عدم جہر دلیل اوسکی ہے تو ایسے قوی امر مین اپنے مقلد کی اتباع کو لازم پکڑے اور الفاظ قرارت جو منقول بذریعہ عاصم ہوئے ہین اونکے پڑھنے سے ضروری نہین ہے کہ عاصم کے اجتہادات کا بھی مقلد بنے الفاظ منقولہ اونکے بیشک صحیح اور ثابت مگر اجتہاد کو اونکے صحیح ماننا ضروری نہین پس جزئیۃ تسمیہ کا ثبوت نہین تو انکار امر متواتر کا ہوا اور نقصان آیات قرآن کا لازم آیا۔

یہ ایک مغالطہ ہے کہ ذہن اغبیاء پر وارد ہوتا ہے کہ قرارت کے متواتر ہونے سے جزئیۃ بھی لازم ہوجاوے ہان مذہب عاصم کا جزئیۃ کا متواتر ہونا درست ہے مگر اونکے مذہب ہونے سے کیا وجوب اور کیا ضرورت ہوگی کہ اونکی تقلید کیجاوے اور کیونکہ مذہب مختار صحیح اور احادیث صحیحہ کے خلاف عقیدۂ جزئیۃ کا ہوجاویگا اور کسطرح تواتر ثبوت اس امر سے وجوب العمل ٹھہر گیا پس حنفی کو لازم ہے کہ اگرچہ قرارت عاصم پڑھے مگر تسمیہ سرّاً پڑھے اور بس فقط اور تکبیر اواخر سور معلومہ مین بھی خارج صلوۃ ہے استحباباً نہ نماز مین فقط واللہ اعلم بالصواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سؤال

کیا فرماتے ہین علماے دین ومفتیانِ اہلِ سنت والجماعت اس مقدمہ مین کہ ایک سؤال وجواب بذریعہ اشتہار علی گڈہ سے نکلا ہے بمقدمہ جواز پڑہنے ظاء معجمہ کے جگہ ضاد معجمہ کے نماز مین آیا یہ جواب وسؤال صحیح ہین یا غلط

سؤال یہ ہے

کیا فرماتے ہین علماے دین اس مسئلہ مین کہ حرف ضاد پڑہنے مین حرف ظاء کے مشابہ ہے یا حرف دال کے اور اگر کوئی شخص لفظ وَلَا الضَّآلِّیْنَ کو وَلَا الظَّآلِّیْنَ پڑہ لے جیسا کہ عوام کرتے ہین تو اوسکی نماز فاسد ہوتی ہے یا جو شخص وَلَا الضَّآلِّیْنَ کو وَلَا الدَّآلِّیْنَ پڑہے دال کے ساتھ اوسکی نماز فاسد ہوتی ہے اس زمانہ مین اکثر وہ لوگ جو عالم کہلاتے ہین عوام الناس سے کہدیتے ہین اور فتویٰ دیدیتے ہین کہ جو شخص وَلَا الضَّآلِّیْنَ کو مشتبہ الصوت بالظاء پڑہے گا اوسکی نماز فاسد ہوجاوے گی یہ قول اونکا صحیح ہے یا غلط اسکا جواب علماے حنفیہ کی کتابون سے لکہہ بہیجیے اسلیے کہ وہ لوگ کسی مسئلہ کو کتاب وسنت کے موافق نہین مانتے صرف حنفیونکی کتابونکا حوالہ مانگ لیتے ہین

جواب مشتہر یہ ہے

آجکل کے علما کا فتویٰ یا اونکا عوام الناس سے بلا دلیل وبغیر نقل اقوال مجتہدین وبغیر حوالہ کتب معتبرہ متداولہ کچھ کہدینا ہرگز قابلِ اعتبار نہین ہے اور نہ عمل کے لائق ہے کیونکہ یہ لوگ مفتی نہین ہین صرف ناقلِ اقوال ہین اور جبکہ نقل اقوال بھی نکرین تو اونکا قول قابلِ قبول نہین ہوسکتا ہان البتہ اگر کسی مسئلہ مین اقوال مجتہدین یا حوالہ کتب معتبرہ متداولہ سے کچھ بیان کرین تو وہ قابل قبول ہوگا چنانچہ ردالمحتار مین ہے قال فی فتح القدیر وقد استقر رای الاصولیین علی ان المفتی هو المجتهد فاما

غیر المجتهد ممن یحفظ اقوال المجتهد فلیس بمفت والواجب علیه اذا سئل ان یذکر قول المجتهد کالامام علی وجه الحکایة فعرفنا ان مایکون فی زماننا من فتوی الموجودین لیس بفتوی بل هو نقل کلام المفتی لیاخذ به المستفتی وطریق نقله لذلک عن المجتهد احد الامرین اما ان یکون له سند فیه اویاخذه من کتاب معروف تداولته الایدی انتهی بقدر الحاجة

پس جو لوگ ضاد کو مشابہ بالظاء پڑھنے سے فساد صلوٰۃ کا حکم دیتے ہیں اونکو چاہیے کہ یا نقل اقوال مجتہدین کریں یا کسی معتبر کتاب کا حوالہ دیں جہانتک ہمکو اقوال سلف اور کتب فقہا سے ثابت ہوتا ہے یہ ہے کہ حرف ضاد صوت میں مشابہ حرف ظاء کے ہے یہانتک کہ بسبب عسر تمیز اوسکے وقت عامی شخص کو اوسکی آواز اور ظاء کی آواز میں کچھ فرق نہیں معلوم ہو سکتا صرف خواص ہی بوجہ اختلاف بعض صفات کے دونوں میں کچھ تمیز کر سکتے ہیں اور دال سے اسکو کچھ مشابہت صوت یا صفات میں نہیں ہے اسیواسطے تمام علماے حنفیہ نے اکثر کتب فقہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص نماز میں بجاے ایک حرف کے کوئی ایسا دوسرا حرف پڑھیگا جو ایک دوسرے کے مشابہ اور مشارک فی الصفات نہیں ہے اور اونکی آپس میں تمیز آسان ہے تو نماز فاسد ہوجاوے گی جیسے کوئی صاد کی جگہ طا یا سین کی جگہ سین پڑھے اور اگر ایسا حرف پڑھے کہ جو ایک دوسرے کے ساتھ اکثر صفات اور مخرج میں مشابہ ہو اور ونمیں آپسمیں تمیز بھی بہت دشوار ہو تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی اور کچھ نقص لازم نہیں اویگا۔ جیسے ضاد اور ظاء یہ دونوں آپسمیں نہایت ہی مشابہ فی الصوت ہیں اور اکثر صفات میں مشارک ہیں پس فقہاء کی اس تصریح سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ضاد آواز میں مشابہ ظاء کے ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اگر ضاد کی جگہ ظاء پڑھے گا تو ہرگز نماز فاسد نہوگی بخلاف دال کے کہ نہ وہ مشابہ ہے ضاد کے آواز میں ہے اور نہ وہ مشارک ضاد کے اکثر صفات میں ہے اسیواسطے علماے حنفیہ نے صاف لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص وَلَا الضَّآلِّیْنَ کو وَلَا الدَّآلِّیْنَ دال کے ساتھ پڑھے گا تو اوسکی نماز فاسد ہوجاوے گی چنانچہ سند اس تمام کی کتب معتبرہ حنفیہ سے نقل کیجاتی ہے رد المحتار شرح در المختار میں جو ایک معتبر فتاوے حنفیہ ہے لکھا ہے وان کان الخطاء بابدال حرف بحرف فان امکن الفصل بینهما بلا کلفة کالصاد

مع الطاء بان قرأ الطالحات مكان الصالحات فاتفقوا على انه مفسد وان لم يكن الا بمشقة
كالضاد مع الظاء والصاد مع السين فاكثرهم على عدم الفساد لعموم البلوى انتهى
اور عالمگیری میں ہے وان غير المعنى فان امكن الفصل بين الحرفين من غير مشقة كالطاء
مع الصاد فقرأ الطالحات مكان الصالحات تفسد صلوته عند الكل وان كان لا يمكن
الفصل بين الحرفين الا بمشقة كالظاء مع الضاد والصاد مع السين والطاء مع التاء
اختلف المشائخ قال اكثرهم لا تفسد صلوته انتهى اور خانیہ میں ہے الاصل فيما
اذا ذكر حرفا مكان حرف وغير المعنى ان امكن الفصل بينهما بلا مشقة تفسد وان لم
يكن الا بمشقة كالظاء مع الضاد المعجمتين والصاد مع السين المهملتين والطاء
مع التاء قال اكثرهم لا تفسد انتهى خزانة المفتين میں ہے ان ذكر حرفا مكان
حرف وغير المعنى فان امكن الفصل كالطاء مع الصاد تفسد صلوته وان كان
لا يمكن الفصل بين الحرفين الا بمشقة كالظاء مع الضاد والطاء مع التاء والصاد
مع السين الاكثر على انه لا تفسد انتهى اور ایسا ہی قاضی خان وغیرہ میں ہے غرضکہ تمام کتب فقہائے
حنفیہ میں اسی قسم کی تصریح ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ضاد اور ظاء آپس میں ایسے مشابہ الصوت
اور انکی آواز میں اس قدر مناسبت ہے کہ ایک کی دوسرے سے تمیز دشوار ہے اور اسی واسطے
جو شخص ضاد کے جگہ ظاء معجمہ پڑھ لے اور ضَآلِّيْنَ کو ظَآلِّيْنَ بالظاء پڑھ لے اوسکی نماز ہرگز
فاسد نہیں ہوتی اور جو شخص ضالین کو دالین پڑھ لے اوسکی نماز فاسد ہوجاتی ہے چنانچہ علاوہ اس کے
کہ یہ امر اصول سابقہ سے خود مستنبط ہے تصریح بھی اسکی بعض روایات فقہیہ سے ہوتی ہے
چنانچہ فتاوائے قاضی خان میں ہے — ولو قرأ الظالين بالظاء وبالذال
لا تفسد صلوته ولو قرأ الدالين بالدال تفسد صلوته انتهى اور ایسا ہی خلاصة الفتاوی
میں ہے ولو قرأ الضالين بالظاء او بالذال او بالزاء لا تفسد اور جس حالت میں کہ
عین ظاء پڑھ لینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی تو ضاد کو مشتبہ الصوت بالظاء پڑھنے میں

جو اوسکا اصل مخرج ہے کب فاسد ہوگی البتہ دال اور مشتبہ الصوت بالدال پڑھنے سے فاسد ہوگی جیسا کہ قاضی خان اور خانیہ وغیرہا سے ثابت ہوتا ہے اور علاوہ کتب فقہ کے کتب قرارت سے بھی ایسا ہی ثابت ہوتا ہے چنانچہ حاشیہ جہد المقل مین لکھا ہے فمنہم من یجعلہا ظاءً وھذا لیس بعجب لثبوت التشابہ وعسر التمیز بینہما اور ایسا ہی کتب تفسیر سے بھی ثابت ہوتا ہے اگر ہم تمام روایات کو نقل کرین تو یہ فتوی کتاب ہو جاوے اسواسطے ہم زیادہ نقل نہین کرتے مگر تھوڑی سی عبارت اس موقع پر رسالہ البیان الجزیل للترتیل مصنفہ مولانا العلام مولوی مفتی عنایت احمد رحمہ اللہ اوستاد مولوی محمد لطف اللہ مدرس مدرسہ عربی کوئل کی نقل کرتے ہین جو ان تمام روایات کا لُبِ لُباب ہے چونکہ وہ عبارت اُردو زبان کی ہے اسلیے عوام کو اوس سے بہت فائدہ ہوگا وہ عبارت مفتی صاحب کی بجنسہا یہ ہے جو اونکے رسالہ مطبوعہ مین موجود ہے۔ ادا کرنا ضاد کا بہت مشکل ہے اور فرق ضاد اور ظا مین بھی بہت مشکل ہے اسلیے جزری وغیرہ قرارت کی کتابون مین اور کتب تفسیر مین تفرقہ ضاد کا ظا سے باہتمام تمام بیان کیا ہے اگر آدمی دھیان کر کے سیکھ لے تو آسان ہے مگر ایک بلاے عام اس زمانے مین یہ ہوگئی ہے کہ ضاد کو بصورت دال کے پڑھتے ہین مشتبہ الصوت دال کا اوسے کر دیا ہے کہ دال پُر نہین ہے سو یہ بات جملہ کتب قرارت و تفسیر اور فقہ کے خلاف ہے سب کتابون مین ضاد کا مشتبہ الصوت ہونا ظا سے ثابت ہوتا ہے نہ دال سے شاہ عبد العزیز صاحب نے تفسیر فتح العزیز مین آیت وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ کی تفسیر مین اور ایک مقام مین ض کا مشتبہ الصوت ہونا ظا کے ساتھ لکھا ہے اور فتح القدیر اور فتاوی قاضی خان اور اتقان اور بہت سی کتابون مین فقہ کی اس بات کی تصریح ہے انتہی پس ایسی تصریحات کے بعد جو بعض جُہلا ایسے مسائل مین نزاع کرتے ہین وہ تو دین کو کھیل بناتے ہین اور اگر علما نزاع کرتے ہین تو اونکی حالت پر افسوس ہے کہ اونکو اپنے مذہب کی کتب پر بھی نظر نہین ہے اور اس سے بہت زیادہ تفصیل ممکن تھی مگر چونکہ یہ فتوی ہے اسواسطے اسیقدر کافی سمجھا گیا واللہ اعلم وعلمہ اتقن واحکم۔

حررہٗ محمد اسمٰعیل عفا اللہ عنہ۔ تمام ہوئی نقل اشتہار مطبوعہ محمدن پریس علیگڈھ

الجواب

یہ سائل اور مجیب لامذہب غیر مقلد قرآن و حدیث، و فقہ کے اور مقلد اپنے ہواے نفسانی کے ہین سوال وجواب دونون اپنے طرف سے خود لکھکے عوام اہل سنت وجماعت کو دھوکا دیتے ہین اور یہ فرقہ خارج اہل سنت سے باتفاق علماے اہل سنت ہند ہو چکاہی اس مسئلہ کا جواب موافق اہل سنت کے اول ہم تحریر کرتے ہین - پھر ہم ان سائل اور مجیب دونون کے فریب و مغلطہ و غلطی انشاء اللہ بیان کرینگے -

جواب صحیح یہ ہے

کہ صورت مسئولہ مین نماز رکن اعظم اسلام کا ہے اور قرآن کی قرارت بھی نماز کا بڑا رکن ہے اوسکو صحیح پڑھنا بھی فرض ہے غلط خوان اُمّی ہین اُمّی کی امامت بھی نہین جائز ہے اتفاقاً اور اوسے اوسی طور سے موافق لہجۂ عرب کے پڑھنا چاہیے جیسا کہ نازل ہوا ہے لحن و تغیر اوسمین حرام ہے اجماعاً اور تغیر کسی طور سے ہو خواہ تبدیل حرف بحرف یا حرکت بحرکت یا اختلال صفات و مخارج حروف مین سب حرام ہین اجماعاً اور سب کی سند ہم کتب حدیث سے لکھینگے چونکہ قرآن زبان فصیح عرب پر اوترا ہے لہذا اوسکو اوسی طرح پڑھنا بھی واجب ہے حدیث اِقرَؤُا القُرآنَ بِلُحُونِ العَرَبِ اور اسی لہجۂ عرب کا نام تجوید ہے لہذا تجوید واجب ہوئی اجماعاً اور چونکہ اداے بعض حروف عجم پر دشوار ہے اسواسطے تعلم و تصحیح اون حروف کی اوستاد ماہر سے ہر شخص پر واجب ہے اور وہ تصحیح حروف قرآن محال نہین ہے تھوڑیسی مشق سے تھوڑے عرصہ مین حاصل ہو سکتی ہے چنانچہ جزری نے ابو عمرو دانی سے نقل کیا ہے پس عجم کو تھوڑیسی مشق کرکے مخارج و صفات و لہجۂ عرب کو درست کر لینا واجب ہے مانند دیگر واجبات کے پھر بعد مشق چند روز کے پھر بھی کسی حرف مین زبان مطاوعت نکرے اور ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف ایسا نکلے جس سے تغیر معنی کے ہو اور اداے صحیح پر قادر نہو تو وہ معذور و اُمّی مین داخل ہے اوسکا یہ حکم ہے کہ قرآن مین قصد صحیح کا کرے پھر بھی اگر زبان سے غلط نکلے تو مجبوراً فقہا نے فتویٰ اوسکی نماز کے جواز کا دیا ہے چنانچہ روایات آوردہ مجیب اشتہار اوسی

مقام کی ہین نہ جواز مطلق کی یا یہ کہ عجم کو اوستاد عارف نہین ملا یا الا پر پڑھا سیکھنا ابھی شروع کیا ہے تو تا وقت تعلم اور تصحیح کے جواز کا فتوی دیا ہے اور یہ بات نہین کہ ان روایات معذور کو کوشش کے تلاش اوستاد و فکر تعلم نکرے اور اگر ایسا کیا تو وہ شخص خاش کتاب اللہ و محرّب قرآن بلاشک ہے اوسکی نماز ہرگز جائز نہین مجیب نے اون روایات معذور کو مطلقا پر حمل کر کے خلقت کو گمراہ کیا ہے تمام ہوا جواب مجمل۔ اب تفصیل اغلاط و سندہاے جملہ دعاوے متضمنہ جواب ہذا انشاء اللہ تعالے بیان ہوتے ہین حاصل اس جواب کا یہ ہے کہ تبدیل ضاد معجمہ ساتھ ظاء معجمہ یا دال مہملہ کے عمدًا قرآن نماز مین مفسد نماز ہے اور نماز معذور و غیر مطاوع اللسان کی یا اُمّی کی تا وقت تصحیح قرآن ضرورۃً جائز ہے اور باوجود قدرت تصحیح نہ کرے اور اپنے پڑھنے کی صحت و جواز پر معذور ہو تو اوسکی نماز ہرگز جائز نہین اور اس مجیب مشتہر کی گردن پر ان سب جہال کے فساد نماز کا وبال ہوگا تفصیل امور موعودہ جواب کے یہ ہے لامذہبی اور غیر مقلدی سائل کی ظاہر ہے کہ ضاد کو ظا مین تشبیہ تشبیہ پکارتے ہین اور اہل سنت پر بہتان دال پڑھنے کا ضاد کے بجگہ لگاتے ہین کس کتاب اہل سنت والجماعت مین قرّاء و غیر قرّاء سے دال پڑھنے کو جائز لکھا ہے یہ انکار اہل سنت پر محض افترا ہے دوسری دلیل لامذہبی سائل کی یہ ہے کہ آخر سؤال مین یہ فقرہ المذہبی کا لکھا ہے۔ (اسکا جواب علماے حنفیہ کی کتابون سے لکھ بھیجیے اسلیے کہ وہ لوگ کسی مسئلہ کو کتاب و سنت کے موافق نہین مانتے صرف حنفیون کی کتابونکا حوالہ مان لیتے ہین) یہ فقرہ اسواسطے لکھا ہے کہ لامذہب اہل سنّت حنفیہ وغیرہ کو مُشرک و کافر لکھتے ہین اور ایسے ہی ایسے بہتان باندھتے ہین گویا اس فقرہ سے اونھون نے حنفیہ کو منکر قرآن و کافر ٹھیرایا نعوذ باللہ من ذلک حالانکہ مجمع علماء مین اس فرقہ کے خارج از اہل سنت والجماعت ہونے پر علما کا اتفاق ہوگیا۔ اب یہ لوگ ہمسے کیون تکرار کرتے ہین۔ جب ہمارا اور اون کا دین و مذہب جُدا ہوا تو بحکم لَنَا اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ الآیۃ مانند روافض و خوارج و جہمیہ وغیرہم کے یہ بھی ہمسے جُدا ہوئے۔ نہ معلوم یہ فرقہ کیون ہر وقت حنفیون ہی سے تکرار رکھتا ہے باوجودیکہ اکثر اون مین کے ہنود و نصاریٰ سے صاف دلی سے ملتے ہین اور اہل سنت کو کفر و شرک وغیرہ بہتان سے یاد کرتے ہین

اب غیر مقلدی مجیب کی اور غلطی اوسکی جواب کی سُنو - آول چند مقدمہ مع اونکی سند کے سُنو
پھر جواب کا فساد خود بخود ظاہر ہوجاویگا **اوّل** یہ کہ اُمّی کی امامت قاری کے واسطے اجماعًا جائز نہین
دوسری یہ کہ قرآن پڑھنا لحن سے خواہ نماز مین ہو خواہ خارج نماز مطلقًا حرام و ناجائز ہے اجماعًا
تیسری یہ کہ لحن کی تعریف یہ ہے کہ قرآن کو پڑھنا بلا تجوید یعنی خلاف لہجہ عرب کے اور وہ عام ہو مخالفت
قواعد اجماعیہ تجوید اور خلل اور تبدیل حرف بحرف وصفت بصفت اور عدم حفظ وقوف اور عدم
تنزہ کو جمیع عیوب قرارت سے اور اُمّی معذور ہے تا وقت تعلّم اور طلب اوستاد کے بعد میسر ہونے
اوستاد کے اور فرصت بقدر مشق قرآن کے پھر وہ معذور نہین کہ اوسکی غلط خوانی پر جواز کا حکم دیا جاوے
اگر اوستاد اور فرصت دونون ملین اور پھر وہ تصحیح قرآن نکرے تو وہ مصر اور پر ترک واجب کے اور غاش
لکتاب اللہ ورسولہ ہے ایسے شخص کو عموم بلوے مین داخل وشمار کرنا جہالت واضلال ہے اور ایسے
معذور کو اپنی صحت قرآن خوانی پر جواز نماز کا فتوی دینا غش وفریب ہے قرآن وحدیث رسول اللہ کے
ساتھ سند اسکی بیان ہوتی ہے انشاء اللہ تعالی اسواسطے کہ تھوڑے دنون کی توجہ مین وہ تصحیح کرسکتا ہے
پھر بعد توجہ ومشق کے اگر زبان تصحیح قرآن ومخرج وصفت پر مطاوعت نکرے تو اب معذور ہوا اور اُمّی مین
شمار ہے اسکی نماز ضرورۃً جائز ہے نہ امامت اور کل روایات فقہیہ جواز نماز کی یہی معذور اور غلط خوان
کے حق مین وارد ہین کہ باب زلۃ القاری مین لکھی ہین یہ روایات کہین باب قرارت نماز مین نہین -
اب جواز نماز ایسے شخص کے سے فتوی جواز نماز غلط خوان عمدًا کا دینا بڑی غلطی اور عوام کو دین سے
بہکانا ہے مانند اوس شخص کے کہ فقہ مین جواز شرب خمر عند الغصہ دیکھکر جواز شرب خمر کا فتوی دیدے
یا مُردار کھانا عند المخمصہ جائز دیکھکر مطلق مُردار کھانے کا فتوی دے معذور کا حکم غیر معذور کو دینا بجز تضلیل کے
اور کیا ہے اور فی زماننا عوام نے قرآن پڑھنے کو مانند پڑھنے قصہ کہانی مطبوعہ مروجہ کے کرلیا ہے کہ جس طرح
چاہا پڑھا ایسا نہین چاہیے بلکہ قرآن کو اوسی طرح پڑھنا چاہیے کہ جیسا اوترا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے اوسکو تعلیم فرمایا اور تسلسل بواسطہ اساتذہ کے ہمکو پہونچا اسمین غفلت کرنی غش اور دغا کتاب اللہ
سے اپنے مقدور بھر کوشش کرے دو چند ثواب پاویگا ورنہ معذور ہے بلکہ بعض لاذہنون نے قرآن نماز مین

ایسی تنزیلطکی ہے کہ نماز مین اُردو ترجمہ قرآن کا فتویٰ دیا ہے آور خود اُردو پڑھتے ہین اور جو قرآن
عربی پڑھے اوسکو نماز مین کافی نہین جانتے **چوتھی** یہ کہ تجوید قرآن باداے حروف بمخرج وصفت
وحفظ وقوف ہر مکلف پر واجب ہے اجماعًا پر وجوب مطلق ہے یا بقدر ما یجوز بہ الصلوٰۃ اسمین اختلاف ہے قول اول کو
صحیح کہا ہے **پانچوین** یہ کہ وجوب تجوید تکلیف مالایطاق نہین **چھٹی** یہ کہ اُمّی وہ ہے جو
قرآن کو تجوید سے نہ پڑھ سکے **ساتوین** یہ کہ کل روایات مجوزہ نماز غلط خوان مطلقًا نہین ہین بلکہ مقید
باشخاص واوقات ہین یعنی معذور و اُمّی وغیرہ ان روایات سے حکم عام دائم ہر فرد کو دینا غلط ہے
اٹھوین عدم اہتمام صحابہ کا تجوید مین اس سبب سے تھا کہ اونکو اسکی حاجت نہ تھی سواسطے کہ قرآن
اونکی زبان ولہجہ پر نازل ہوا تھا اونکا لہجہ وہی تجوید ہے آپ استدلال تفسیر کبیر کا عدم وجوب تجوید پر
باطل ہوگیا **نوین** لحن قرآن مین ہر طرح کا حرام ہے خلل مخرج حروف کا ہو یا صفت کا یا قاعدہ کا یہ سب
اجمال ہے تفصیل اسکی کتب قرأت مین مدلل مبین ہے پر ہم ایک عبارت مجمل کو جو اجمال احادیث و دلائل کا ہے
کتاب نشر سے نقل کرتے ہین وہ یہ ہے اخبرنا الشیخ الامام العالم المقری المجود ابو اسحٰق ابراهیم
ابن احمد الشامی بقراءۃ ابن ابی الفتح انا الامام العلامۃ المقری شیخ التجوید ابو حیان
محمد بن یوسف الاندلسی سماعًا اخبرنا الشیخ المقری المجود ابو سہل الیسر بن
عبد الله الغرناطی قراءۃ منی علیہ اخبرنا الشیخ المقری ابو الحسن علی بن محمد بن
ابی العافیۃ بقراءتی علیہ اخبرنا الشیخ المقری ابوبکر محمد بن ابراهیم الزنجانی ح
واعلی من هذا قراءۃ علی شیخنا المقری ابی حسین عمر بن حسن الحلبی انا علی بن احمد المقدسی
عن الشیوخ شیخ عبد الوهاب بن علی البغدادی وغیرہ قالوا انا الامام شیخ القراءۃ
والتجوید ابوبکر بن الحسن البغدادی **حدثنا** احمد بن بندار بن ابراهیم
حدثنا ابو الحسین محمد بن عبد الواحد بن رزمۃ البزار **حدثنا** ابو الحسن
علی بن محمد بن المعلی الشونیزی **حدثنا** محمد بن یحیٰی المروزی **حدثنا** محمد
ابن سعدان **حدثنا** ابو معاویۃ الضریر عن جویبر عن الضحاک قال قال

عبد الله بن مسعود جودوا القرآن وزينوه باحسن الاصوات واعربوه فانه عربي
والله يحب ان يعرب به وتعد جيد سطر نوشته ومعناه انها الغاية في التصحيح وبلوغ
النهاية في التحسين ولا شك ان الامة كما هم متعبدون بفهم معنى القرآن واقامة
حدوده متعبدون بتصحيح الفاظه واقامة حروفه على الصفة المتلقاة من ائمة
القراءة المتصلة بالحضرة النبوية الافصحية العربية التي لا يجوز مخالفتها ولا العدول
عنها الى غيرها والناس في ذلك بين محسن ومأجور ومسيء آثم او معذور فمن قدر
على تصحيح كلام الله تعالى باللفظ الصحيح العربي الفصيح وعدل الى اللفظ الفاسد العجمي
او النبطي القبيح استغناء بنفسه واستبدادا برأيه وحدسه واتكالا على ما الف
من حفظه واستكبارا عن الرجوع الى عالم يوقفه على صحيح لفظه فانه مقصر بلا شك
وآثم بلا ريب وغاش بلا مرية فقد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الدين
النصيحة لله ولكتابه ولرسوله ولائمة المسلمين وعامتهم اما من كان لا يطاوعه
لسانه ولا يجد من يهديه الى الصواب بيانه فان الله لا يكلف نفسا الا وسعها
ولهذا اجمع من نعلمه من العلماء على انه لا تصح صلوة قارئ خلف امي وهو من لا
يحسن القراءة واختلفوا في صلوة من يبدل حرفا بغيره سواء تجانسا او تقاربا واصح القولين
عدم الصحة كمن قرأ الحمد بالعين او الذين بالتاء او المغضوب بالظاء ولذلك
عد العلماء القراءة بغير تجويد لحنا وعدوا القارئ بها لحانا وقسموا اللحن الى جلي
وخفي واختلفوا في حده وتعريفه والصحيح ان اللحن فيهما خلل يطرأ على الالفاظ
فيخل الا ان الجلي يخل اخلالا ظاهرا يشترك في معرفته علماء القراءة وغيرهم
وان الخفي يخل اخلالا يختص بمعرفته علماء القراءة وائمة الاداء الذين
تلقوا من افواه العلماء وضبطوا عن الفاظ اهل الاداء الذين ترتضى تلاوتهم
ويوثق بمعرفتهم ولم يخرجوا عن القواعد الصحيحة والنصوص الصريحة فاعطوا

کل حرف حقه ونزلوه منزلة واوصلوه مستحقه من التجويد والاتقان والترتيل والاحسان قال الشيخ الامام ابوعبدالله نصر بن علی بن محمد الشیرازی فی کتابه الموضح فی القراءة فی فصل التجوید منه بعد ذکره الترتیل والحدر ولزوم التجوید فیهما قال فان حسن الاداء فرض فی القراءة ویجب علی القاری ان یتلو القران حق تلاوته صیانة للقران ان یجد اللحن والتغیر الیه سبیلا علی ان العلماء قد اختلفوا فی وجوب حسن الاداء فی القران فبعضهم ذهب الی ان ذلک مقصور علی ما یلزم المکلف قراءته فی المفترضات فان تجوید اللفظ وتقویم الحروف وحسن الاداء واجب فیه فحسب وذهب الاخرون الی ان ذلک واجب علی کل من قرأ شیئا من القران کیف ما کان لانه لا رخصة فی تغیر اللفظ بالقران وتعویجه واتخاذ اللحن سبیلا الیه الا عند الضرورة قال الله تعالی قرآنا عربیا غیر ذی عوج انتهی وهذا الخلاف علی هذا الوجه الذی ذکره غریب والمذهب الثانی هو الصحیح بل هو الصواب علی ما قدمناه وکذا ذکر الامام الحجة ابوالفضل الرازی فی تجویده وصوب ما صوبنا والله اعلم فالتجوید هو حلیة التلاوة وزینة القراءة وهو اعطاء الحروف حقوقها وترتیبها مراتبها ورد الحرف الی مخرجه واصله والحاقه بنظیره وتصحیح لفظه وتلطیف النطق به علی حال صیغته وکمال هیئته من غیر اسراف ولا تعسف ولا افراط ولا تکلیف والی ذلک اشارة رسول الله صلی الله علیه وسلم بقوله من احب ان یقرأ القران غضا کما انزل فلیقرأ قراءة ابن ام عبد یعنی عبدالله ابن مسعود وکان رضی الله عنه قد اعطی حظا عظیما فی تجوید القران وتحقیقه وترتیله کما انزل الله تعالی وناهیک برجل احب النبی صلی الله علیه وسلم ان یسمع القران منه ولما قرأ ابکی رسول الله صلی الله علیه وسلم کما ثبت فی الصحیحین وروینا بسند صحیح الی عثمان الهذلی قال صلی بنا ابن مسعود المغرب بقل هو الله ولوددت

انه قرأ بسورة البقرة من حسن صوته وترتيله وبعد دو ورق در تجوید ضاد نوشته والضاد
انفرد بالاستطالة وليس فی الحروف ما يعسر على اللسان مثله فان السنة الناس فيه
مختلفة وقل من يحسنه فمنهم من يخرجه ظاء معجمة ومنهم من يمزجه بالدال
ومنهم من يجعله لاما ومنهم من يخرجه طاء ومنهم من يشبه الزاء وكل ذلك لا يجوز
والحديث المشهور على السنة الناس انا افصح من نطق بالضاد ولا اصل له
ولا يصح فليحذر من قلبه الظاء ولا سيما فيما يشتبه بلفظ نحو ضل من تدعون يشتبه
بقوله ظل وجهه مسودا فليعمل الرياضة فی احكام لفظه خصوصا اذا جاوره
ظاء نحو انقض ظهرك يعض الظالم او حرف مفخم نحو ارض الله او حرف يجانس ما
يشتبه نحو الارض ذهبا وكذا اذا سكن واتی بعده حرف اطباق نحو فمن اضطر او غيره
نحو افضتم وخضتم واخفض جناحك وفی تضليل انتهى اب ہم بعد نقل سندا پنے سب
دعوون کے حال سوال وجواب اشتہار کا لکھتے ہین اول یہ کہ سوال مین جو یہ لکھا ہے کہ وہ لوگ کسی مسئلہ کو
کتاب وسنت کے موافق نہین مانتے صرف حنفیونکی کتابون کا حوالہ دو مسائل حنفیونکی کتابون کا حوالہ مانگتا
تعجب ہے کتب شافعیہ کو جواب مین کیون داخل کیا دوسرے اس فقرہ سے سمجھا جاتا ہے کہ سائل
کے نزدیک ضاد کو مشابہ ظاء کے یا عین ظاء پڑھنے کی کوئی دلیل قرآن وحدیث سے موجود ہے
پر اہل سنت اوسکو نہین مانتے سو ہم کہتے ہین کہ تم جواز تشابہ یا عین ظاء پڑھنے کی دلیل قرآن وحدیث سے
پیش کرو کبھی نہ لاؤگے یہ پیش بندی اس غرض سے کی ہے کہ تا عوام سمجھین کہ انکے پاس دلیل قرآن وحدیث سے
تشابہ یا عین ظاء پڑھنے کی ہے پر ہم بسبب انکے نہ ماننے کے انکا ذکر نہین کرتے یہ بھی انکا بڑا فریب ہے
کہ بلا دلیل اپنے دعوے پر خصم کی کتابون کا گلا مروڑ کر اپنے مطلب پر دلیل لاتے ہین انکے پاس اپنے
مطلب پر کوئی دلیل سوائے فریب اور دھوکا دہی کے نہین پس جب انکے پاس کوئی دلیل قرآن وحدیث سے
جواز تشابہ پر نہین ہے تو انکے سوال وجواب اشتہار کے باطل کرنیکو یہی کافی ہے کہ جواب قرآن وحدیث سے
ثابت نہین ہے اوسکے جواز کا فتوی دیکر عوام کو گمراہ کرتے ہین قوله آج کل کے علما کا فتوی آہ

بلکہ اپنی بلا دلیل قرآن وحدیث کے جواز نماز غلط خوان قرآن کا فتوی دیا ہے آیا یہ ہے کہ تم غیر مقلد جو جواز غلط خوانی پر اور ترک تعلم پر مصر ہو اسی واسطے جواز نماز کا مطلقا فتوی دیتے ہو **قولہ** قال فی فتح القدیر الخ نقل اس قول کی تطویل لاطائل ہے کوئی فائدہ سوال کے جواب مین نہین دیتا مگر بحکم المعنی فی بطن الشاعر کوئی فائدہ ذہن مجیب مین شاید ہوا ور مجیب نے بھی کسی مجتہد مطلق کا قول نہین نقل کیا عبارات کتب دیکھی دکھائی بانہم خود لکھی مین وہ کب معتبر ہو سکتی ہین **قولہ** بس جو لوگ **ضاد** کو مشابہ ظار کے پڑھنے سے الی آخر قول ردالمحتار ہمنے سند معتبر کتابیہ معتبر نشر کی دی جسکا مصنف اہل سنت شافعی مذہب محدث امام لغت ہے تمنے اپنی کون سی سند دی ہے اور قاضی خان اور ردالمحتار وغیرہ سے جو تمنے قاعدہ کلیہ عسیر التمیز ویسیر التمیز کا لکھا ہے سو یہ قضیہ کلیہ نہین بلکہ مخصوص باشخاص واوقات واحوال ہے اسواسطے کہ خود قاضی خان وغیرہ نے بعض جزئیات مخالف الحکم اس کلیہ کے لکھے ہین جیسا کہ لکھا ہے والعادیات ضبحا کو بظا یا غیر المغضوب کو بظا پڑھیگا تو نماز فاسد ہو جاوے گی پس معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ قاضی خان کے نزدیک بھی کلیہ نہین ہے آن مواقع مین تصریح فساد کی سب کے واسطے ہوگی اور یہ قاعدہ مخصوص ہوا ساتھ جزئیات مصرحۃ الفساد کے اور مخصوص ہوا واسطے اُمی کے تا وقت تصحیح قرآن کے اور معذور کے جسکی زبان قبل التعلم وبعد التعلم مطاوعت نکرے اور ساتھ مفقود الاستاذ کے تا ادراک اوستاذ اور سوائے ان تین مقام کے اور سب مقامات مانند جزئیات مخصوصہ مصرحۃ الفساد کے اس قاعدہ سے خارج ہین اور مصداق اس کلیہ کا ایک تو اُمی تا وقت تعلم وتصحیح دوسرے عاجز او معذور قبل تعلم یا بعد تعلم اگر اونکی زبان قابو مین نہ آوے تیسرے وہ اُمی جسکو اوستاذ تصحیح کرانے والا میسر نہ آیا تا وقت میسر ہونے اوستاد کے مجیب نے اس مقدمہ مخصوصہ کو جو حکم جزئیہ مین ہے کلیہ سمجھکے عوام کو واسطے کلیہ قرار دیکر حکم جواز نماز دیکر حکم شرعی کو جو وجوب تجوید ہے باطل کیا اور تصریحات جزئیات کا بھی خیال نہ کیا جو کلیہ کے پاس ہی مرقوم ہین اور تعلم تجوید کو جو اتفاقا واجب ہے رد کر دیا اور ہمارے نزدیک ردالمحتار قابل سند نہین کیونکہ یہ محشی اکثر خرص اور تخمین پر چلتا ہے۔ اسکی نقل روایات کا تو اعتبار ہے پر اسکے لفظ قلت مین سب جگہ ہمنے خرص وتخمین پائی ہے۔ ایک روز مین نے جناب مولانا شاہ

محمد اسحق صاحب قدس سرہٗ سے پوچھا کہ مین نے سُنا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قواعد اصولیہ
ناظر مین فرمایا کہ یہ شیخ پر کذب و افترا ہے قواعد اصولیہ ماخوذ من الکتاب والسنۃ ہین آپ نظر کی کس کی
طاقت ہے آپ نظر قرآن وحدیث پر طعن ہے البتہ ہدایہ کے قاعدے جو مترجم بلفظ ضابطہ ہوتا ہے۔
اوسپر شاہ صاحب ناظر تھے صورت اوسکی یہ ہے کہ صاحب ہدایہ جس جگہ چند جزئیات ایک صورت کے
یا ایک حکم کے پاتا ہے اور وہ کسی قاعدہ کے نیچے داخل نہین ہوتین تو اون جزئیات مین سے قدر مشترک
ایک معنی نکال کر اون معنی کو ضابطہ قرار دیتا ہے تو اس ضابطہ پر شاہ ولی اللہ صاحب منع ڈالتے تھے
اور منع شاہ صاحبؒ حق معلوم ہوتا ہے اسواسطے کہ حنفیہ کے نزدیک سوائے قیاس جامع شروط
و مصرح العلیۃ کے قیاس استقراء و تمثیل وغیرہ قابلِ استدلال نہین ہین یہ قیاس بھی اون مسائل مین ہے
کہ جنمین حکم صریح قرآن وحدیث مین نہو اور قولِ صحابہ بھی نہو ورنہ قیاس جائز نہین افسوس ہم اپنی بحث سے
باہر چلے گئے ظاہر ہے کہ ہم دلیل حدثنا کے ساتھ اپنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک لاوین اور
مجیب سبکو بلا دلیل کہے اور اپنی جہالت ہمپر باندھے بڑا دلادر ہے یہ کیا ضرور ہے کہ جس چیز کو وہ نہین
جانتا اوسکو دوسرا بھی نجانے وجوبِ تجوید کو قرآن وحدیث سے سب علماے محدثین جانتے ہین
اِس فرقۂ لا مذہب کے جہالۃً یا عناداً انکار کرنیسے کیا ہوتا ہے اور وجوبِ تجوید و تصحیح قرآن و تخصیص
قاعدہ کلیہ فقہاے قرآن وحدیث سے ثابت ہے ابطالِ مجیب قاصد الاختلال سے باطل نہو گا یہ مقدمہ
بھی واسطے رد اشتہار کے کافی ہے اب کھل گئی یہ بات کہ جواز نماز معذور مانند جواز شرب خمر عند الغصہ
یا جواز اکل میتہ عند المخمصہ ہوے اس جواز محض سے فتوی جواز مطلق کا دینا ایسا ہے کہ جیسا جواز شرب
مقیدسے فتوی جواز شرب مطلق دیا جاوے وما ہو الا الاضلال حاصل یہ کہ جیسے نماز بدون اداے
ارکان تکبیر و قیام و قراءت و رکوع و سجود و قعدہ کے باطل ہے ایسے ہی نماز بدون قراءت قرآن کما ہو
ہو کے جیسا یعنی جیسا اوترا ہے ساتھ تصحیح و تجوید منزل کے بقدر طاقت بشریہ باطل ہے پس بغیر قراءت
قرآن صحیح کے نماز بھی باطل ہے مگر تین شخص تصحیح سے مستثنیٰ ہین اُمّی قبل التعلّم و متعذر قبل و بعد تعلّم کے۔
اور متعذر و معدوم الاستاد سواے ان تین کے اور کوئی وجوب تجوید سے خارج نہین ہوسکتا۔ بلکہ بعد

رفع ہونے عذر کے یہ بھی ماخوذ ہین اور عمداً قرآن اوستاد سے نہ سیکھنا اور صحیح نہ پڑھنا اور اپنے جاہلانہ پڑھنے پر مغرور رہکر صحت قرآن کو نہ ڈھونڈھنا یہ خیانت ہے اللہ اور رسول کی اور اوسکی کتاب اور مسلمین کی نعوذ باللہ منہ **قوله** غرض تمام فقہاے حنفیہ مین الخ یہ قول مجیب کا حسب تحریر سابق غلط ہے کتب حنفیہ کی عبارات کا یہ مطلب نہین جو مجیب نے لکھا ہے کلیہ غلط ہے جیسا کہ بیان ہوا اور فقہاے اور قرّاء کی عبارتون کا مطلب تحذیر ہے نہ تحریض اسلیے کہ فقہانے تو یہ روایات زلۃ القاری مین لکھی ہین تو اونکے نزدیک یہ لحن و غلطی مسلم ہے اور جو فتوی اسجگہ دینگے اضطراری ہے اور اضطرار انھین تین جگہ ہوتا ہے نہ اور جگہ اور قرّاء نے باب تجوید مین ہر ہر حرف کی تجوید جُدی جُدی بیان کی ہین جب تجوید **ضاد** کی بیان کی تو اوسمین بہت تاکید کی ہے کہ یہ حرف خاص عرب کا ہے اور زبان مین نہین ہے عجم کی زبان پر دشوار ہے اسکو خوب سیکھکر پڑھنے مین اہتمام کرے کہ اپنے مخرج طویل سے مع اپنی صفات کے ادا ہو اور سستی اور غفلت نکرے تا بادا بسبب عُسرتِ مخرج کے کوئی اور مخرج ہو جاوے اور اسکو ہر حرف سے متمیز ادا کرے خصوصاً حرف ظا سے بہت احتیاط کرے اور جُدی رکھے کہ اکثر صفات تفخیم و استعلا وغیرہ مین شریک ہے اور استعلا و تفخیم اسمین مشترک و مشتبہ ہین تو یہ سبب اشتراک و اشتباہ اصوات کے خبردار خبردار ادا مین غلطی نہو اور متمیز ادا ہو تو فقہا اور قُرّاء نے اسی اشتراک اور اشتباہ کو اپنی کتب مین سبب و علت تحذیر و تخویف عدم تمیز سے کیا تھا۔ اب جُہال نے اس اشتراک و اشتباہ صفات کو سبب و علت تحریض و ترغیب کی کرلی کہ یہ دونون جو مشابہ ہین باہم ایک کی جگہ دوسرا پڑھنا ضرور چاہیے خلقت کو عوام نے بہکا کے گمراہ کردیا تحذیر کو جُہال نے اولٹے تحریض کرلیا عبارات کتب کو نہین دیکھا کہ اونکا مطلب کیا ہے آنکل پچو جو چاہے معنی گڑھ لیے اور عوام کو بہکا دیا اور یہی خلط و خبط مجیب نے کیا ہے عجیب تر یہ ہے کہ مجیب نے تشابہ کو حقیقت **ضاد** سمجھا ہے اور یہ نہین سمجھا کہ حروف مقولہ کیف سے ہین نہ مقولہ اضافت سے اور اسکی زیادہ تحقیق رسالہ محو الفساد مین لکھی جا چکی ہے اگر دل چاہے تو اوسے دیکھ لو اور حقیقت واقعیہ نفس الامریہ کو اضافی ٹھیرایا ہے یہ مقدمہ بھی انکی خوش فہمی کی دلیل واضح ہے ہم تو **ضاد** کو اور حروف سے مختلف الحقیقۃ

یا مختلف التشخص کہتے ہین اسجگہ ظاء اور دال دونون برابر غلط ہین ہم دال پڑھنے کو کب صحیح کہتے ہین۔ جو سائل نے دال کو ظاء کے مقابلہ مین لکھا ہے اور حاشیہ جہد المقل مجہول کا کیا اعتبار ہے اور پھر بھی تشابہ سبب تحذیر کا ہے نہ تحریض و خلاف مکابرہ آور غلط فہمی سے جتنی روایات لاؤ گے ہمنے سبکا محمل بتا دیا کہ غلط خوان معذور ہے ورا لا مصر خائن کتاب اللہ ہے سند مین پہلے گذر چکا اور عبارت محتمل المعانی رسائل کی تصریحات کے مقابل حجت نہین ہوسکتی آور مجیب جگہ جگہ تشبیہ تشبیہ پکارتا ہے تنزیہ سے تشبیہ مین پڑ گیا ہے تشبیہ اضافی و اعتباری ہے واقعی نفس الامری نہین ہوسکتی آور کوئی بات قابلِ التفات نہین فقط واللہ اعلم بالصواب تحریر ۱۶ ؍ صفر المظفر سنہ ۱۳۱۳ ہجری قدسی۔

فذلکۃ الکل خلاصۂ سؤال

ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے سے جو بعض علماے فساد نماز کا حکم دیتے ہین صحیح ہے یا غلط اسکا جواب کتب حنفیہ سے دو۔ کہ یہ لوگ قرآن و حدیث کے موافق مسئلہ کو نہین مانتے اسمین سائل نے حنفیہ کو منکر قرآن و حدیث کہکر کافر ٹھیرایا ہے آور پردے مین دعوی کیا ہے کہ ہمارے پاس قرآن و حدیث سے ضاد کے جگہ ظاء پڑھنے کے جواز کی دلیل ہے۔ پر ہم اون لوگون کے نہ ماننے کی وجہ سے بیان نہین کرسکتے

خلاصہ جواب مشتہر

ضاد کی جگہ ظاء پڑھنا نماز مین جائز ہے کہ جسکو مجیب نے چند قواعد و روایات فقہیہ حنفیہ سے بیان کیا ہے کہ ضاد مشابہ ظاء کے ہے متعسر التمیز ایک کی جگہ دوسرے کو نماز مین پڑھنا جائز ہے اور تشابہ کے پردہ مین عین ظاء پڑھنے کو جائز کر دیا

خلاصہ جوابِ مشتہریہ ہے

کہ نقلِ روایاتِ اشتہار سب بیجا ہین بعض بغرض اظہار اپنی سیر کتب کے بیفائدہ محض ہین آور بعض روایات ایسی ہین جو امّی اور معذور اور فاقد الاستاذ کے حق مین ہین مجیب نے دھوکے سے اون روایات کو

مطلق و عام کرکے خلقت کو گمراہ کیا ہے اور تشبیہ کا لفظ جو کتب فقہ و قرارت مین تحذیر و تخویف کیواسطے آیا تھا اوسکو سبب و علت تحریض و جواز کرلیا اور جہال کو دھوکا دیا تفصیل اسکی یہ ہے کہ بند ضاد اور ظاء کو مفسدون نے چند وجوہ سے ذریعہ فریب کیا ہے ایک یہ کہ کتب فقہ و قرارت مین تحذیر کیواسطے لفظ تشابہ اور تشبیہ کا واقع ہوا ہے یعنی تجوید ضاد مین لکھا ہے کہ ضاد کو سب حرفون سے متمیز ادا کرو خصوصًا ظاء سے اسواسطے کہ ضاد اور ظاء کو شرکت صفت اطباق و تفخیم و استعلا مین ہے. یقینین ایسی ہین کہ ادا مین اور سب صفات ممیزہ کو مغلوب و مخفی کردیتی ہین ایسا نہو کہ قاری غفلت کرکے انکے تشابہ باہمی مین دھوکا کھاکر ضاد کو غیر متمیز ادا کرے تاکہ ہوشیار ہوکر اور عدم تمیز سے ڈر کر اس حرف کو خوب اپنے مخرج سے متمیز ادا کرے ایسا نہو کہ تشابہ و شرکت صفات سے غیر متمیز و غلط ادا ہو اور لحن محرم ہوجاوے اب اس تحذیر کو اپنی خوش فہمی اور ذکاسے تحریض و ترغیب کر ڈالا اور ضاد کو جو حقیقت واقعی رکھتا تھا اوسکو اضافی اور اعتباری کردیا یعنی اوسکی حقیقت تشابہ ٹھیرادی دوسری وجہ یہ کہ عبارات کتب فقہ کو جو معذورین کے حق مین وارد ہین اونکو بے عذرون اور کاہلون اور کسالی سکے اوپر محمول کرکے فتویٰ جواز نماز غلط خوان کا عمومًا دیدیا ان عبارات کا تاویل سے گلا مروڑا پھر اونکا محل اور مقام بدلا اور پھر حکم جواز نماز کا دیدیا اور دلیل تبدیل محل کی یہ ہے کہ ان عبارات کو فقہاے زلۃ القاری و غلط خوان معذورین کے حق مین لاتے ہین اگر یہ روایات معذورونکے حق مین نہین ہوتین تو ان روایات متعلقہ قرارت کو باب القرارت فی الصلوٰۃ مین لاتے نہ زلۃ القاری مین ایسے فرق عظیم کو بھی یہ جاہل نہ سمجھین تو بجز مکابرہ و جدال کے اور کچھ نہین پھر انکے اس فریب کو اون لوگون نے جو آرام طلب ہین اور مشقت دین کا تحمل نہین کرسکتے دین کے عزائم کو چھوڑکر رخص کے خواہان ہین اور قرآن کے حقوق ماموره سے جاہل ہین۔ بایدتلك امانیهم ہوکے ہین نفس اماره بانہ جوکی موافقت سے اس آسانی کو قبول کرکے جوق جوق نے اسکو قبول کیا اور خدمت تصحیح قرآن سے اعراض کیا اور کروایا اور مشقت دین سے آرام پایا اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ

فقط	کتبہ محمد عبدالرحمٰن عفی عنہ انصاری پانی پتی۔

نقل فتوی متعلق مصلاتِ اربعہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سؤال علماے دین سے یہ ہے کہ زید نے اپنی کتاب مین یہ عبارت لکھی ہے البتہ چار مصلے جو مکہ معظمہ مین مقرر کیے گئے ہین لاریب یہ امر زبون ہے کہ تکرار جماعت وافتراق اوس سے لازم آگیا کہ ایک جماعت ہونے ہین دوسرے مذہب کی جماعت بیٹھی رہتی ہے اور شریک جماعت نہین ہوتی اور مرتکب حرمت ہوتے ہین مگر یہ تفرقہ نہ ائمہ حضرات مجتہدین سے ہے نہ علماے متقدمین سے بلکہ کسی وقت مین سلطنت مین کسی وجہ سے یہ امر حادث ہوا ہے کہ اوسکو کوئی اہل علم اہل حق پسند نہین کرتا پس طعن نہ علماے اہل حق مذاہب اربعہ پر ہے بلکہ سلاطین پر ہے کہ مرتکب اس بدعت کے ہوئے فقط واللہ اعلم پس دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ چار مصلے کسکی سلطنت مین ہوئے اور کس امر و بنیاد پر قائم کیے گئے اور جو زید لکھتا ہے کہ لاریب یہ امر زبون ہے صدہا علماے کاملین وصلحاے مقبولین گذرے کسی نے آج تک یہ اعتراض نہین کیا کہ جواب زید اعتراض کرتا ہے آیا اوسکا لکھنا درست ہے یا خلاف جواب بدلائل مکمل صاف صاف تحریر فرما دین الجواب اول ایک مقدمہ سن لینا چاہیے کہ کعبہ معظمہ کی بنیاد ڈالی ہوئی حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے بحکم اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا الآیہ کہ حضرت آدمؑ نے بشارت فرشتونکے یہ بنیاد ساتون زمینون سے سطح زمین تک چند پہاڑون کے پتھرون سے بنائی اور اوس بنیاد پر حسب خواہش اور دعا حضرت آدمؑ کے بحکم خدا بیت المعمور نام رکھا گیا اور وقت طوفان حضرت نوح علیہ السلام کے وہ بیت المعمور پھر آسمان پر چلا گیا تو اب مرکز زمین اور بیت المعمور کے بیچ مین اوس بنیاد کے مقابل جو خلاے متوہم ہے وہ کل کعبہ کا حکم رکھتی ہے انسان اور سب ملائکہ بحکم خدا اوس طرف عبادت خدا کرتے ہین اور یہان کی بنا اور عمارت قبلہ ہونے سے خارج ہے کہ وہ اوقات مختلفہ مین متبدل ہو جاتی ہے حضرت ابراہیم

علیہ السلام نے اوسی بنیاد پر یہ عمارتِ کعبہ بنائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین بھی اوسکی تعمیر ہوئی عبد اللہ بن زبیرؓ اور حجاج بن یوسف وغیرہما نے بھی اوسکی تعمیر کی مگر وہ خلاے متوہم بدستور قائم ہے اسی طرح مساجد تمام زمین کا حکم ہے کہ جب کسی عرصۂ زمین کو وقف کرکے نیازِ خدا کر دیتے ہین تو وہ زمین سطحِ زمین سے آسمان تک اوسکی محاذی مسجد کا حکم پیدا کر لیتی ہے اور اوس مقام پر عبادت کرنا نہایت فضیلت اور بزرگی رکھتا ہے بہ نسبت اور زمین کے اگرچہ واسطے جواز نماز کے ساری زمین برابر ہے مگر یہ مقام بسبب نسبت خدا کے سب مقامون سے افضل و بزرگ ہو جاتا ہے بحکم آیاتِ قرآنی اور عماراتِ مساجد کو مسجد ہونے مین کچھ دخل نہین اگر کسی شخص نے ایک زمین کو خدا کے واسطے مسجد اور وقف کر دیا تو اوسمین ثواب نماز مسجد کا ثابت ہو گیا عمارت ہو یا نہو اگر کسی شخص نے کسی بنی ہوئی دُکان اور اپنا مکان بنا کے بالاے سقف مسجد بنائی تو وہ مسجد نہو گی اور اوسمین ثواب نماز مسجد کا نہ ملیگا مگر یہ کہ مسجد کی کسی مصلحت کیواسطے کوئی حجرہ یا مکان مسجد کے نیچے بنایا ہے نہ واسطے انتفاع کرایہ کے تو جائز ہے اس سے معلوم ہوا کہ مسجد جب ہوتی ہے کہ جب زمین سے آسمان تک اوسکے درمیان کو واسطے عبادت خدا کے کر دیا ہو لیکن عمارتِ کعبہ کے بعض فوائد سے بیان جہاتِ اربعہ خلاے متوہم کا جو اصلی قبلہ ہے اور نیز اسواسطے بھی عمارت بناے کعبہ ہے کہ عوام کے قلوب منزہ عن الجہات کی عبادت کے وقت ایک ہی طرف متوجہ رہین اور فوائد عمارتِ مصلات سے یہ ہے کہ وقت تحیر بوجہ ظلمت وغیرہ کے جہت کعبہ معلوم ہو جاوے اور نیز بیان اس امر کا کہ اس مقام عمارت مصلات سے وہ صحن کعبہ شروع ہوتا ہے جو اصل صحنِ کعبہ ہے کہ جو حضرت سرورِ کائنات کے زمانہ مین تھا زاید ہوا ہے اور بناے مساجد تمام زمین مین فائدہ عمارت کا بیانِ جہت کعبہ کے ہے اور بناے جہت یمین و یسار کا تعین ہوتا ہے کہین نہین اب حال کعبہ کا یہ ہے کہ صحن کعبہ کا چارون طرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین فقط مطاف تھا پھر آہستہ آہستہ مکانات گرد و پیش کے مسلمانون نے وقف کرکے صحن مین ملا دیے چنانچہ مصلاتِ اربعہ سب خارج مطاف سے ہین کہ جو زمانون مختلفہ مین بڑھتے بڑھتے اکثر مکانات حرم مسجد مین داخل ہو گئے سواے مطاف کے اور سب اطراف

چلکے لے رکھے ہین کہ ہر مذہب کے موافق جواز نماز کی رعایت رکھین تو وہ گمان بھی باطل ہے آور اس صورت مین تقاعد کسی مذہب والے کی جماعت سے بہتر ہوا آور جماعت امام مخالف سے بیٹھ رہنا بعض جہال متعصبین کا قابل طعن اور استدلال کے نہین کہ جہال متعصبین ہر فرقہ کی بحث سے خارج ہین لہذا ہمارے نزدیک یہ مصلآت اربعہ مانند اور مساجد تمام روے زمین کی ہر ایک مجد ملی مسجد ہے کہ جو حوالیِ کعبہ کے بنائی گئی ہے پس اگر زید نے ان خلاے متوہم کو بدعت لکھا ہے تو یہ بدیہی البطلان ہے آور اگر اس عمارت کو لکھا ہے تو بھی اوسکا حکم اور مساجد روے زمین کا سا ہے آور ان مصلآت کا حنفی - شافعی - مالکی - حنبلی - نام رکھنا واسطے تمیز ہر جہت کے ہے کسی جہت کو کسی امام سے خصوصیت نہین آور جیسا کہ تعدد جماعت کا تمام روے زمین مساجد متعددہ مین جائز ہے آوسی طرح یہان بھی مساجد مختلفہ مین آور مصلآتِ اربعہ کے مساجد مختلف ہونیکی وجہ اور چند مسائل سے بھی معلوم ہوتے ہین کہ جنمین سے مسئلہ تقدم و تاخر مقتدی عن الامام ہے - فقط واللہ اعلم بالصواب

العبد محمد عبدالرحمن عفی عنہ بقلم عبدالسلام عفی عنہ انصاری پانی پتی ۲ محرم یوم شنبہ ۱۳۱۳ھ	

حضرت شیخنا و اوستاذنا مولانا قاری صاحب دام برکاتہم نے نسبتِ صحت تعمیر مصلآتِ اربعہ بعد تمہید مقدمہ جو جوابِ باصواب تحریر فرمایا ہے وہ اِس باب مین کافی ہے بآ شبہ حرم شریف مین مکانات یا مصلآتِ اربعہ کا ہونا جنسے مصلّین کو آرام ملے آور اسی طرح دیگر مساجد مین دالان وغیرہ کو اسی فائدہ کی نیت سے بنانا ماتحت آیہ کریمہ اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ الخ کے داخل اور موجبِ راحت عاجل اور ثواب آجل ہے مولانا محمد ایوب محدث پشاوری نے اپنی بعض تحریرات مین جو مناسب تقریر بابت مصلآت اربعہ تحریر فرمائی ہے وہ بجنسہ نقل کیجاتی ہے

ونعل الاصل فى الاقتاء بجواز اتخاذ المقام والمصلى بقرب البيت المعلى الخارج
المطاف على ما مشي عليه القاضى ابو البقاء وغيره من العلماء النبلاء الذين يقتدى
بهم فى الاقتاء ما رواه الشيخان فى صحيحيهما عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال قلت يا رسول الله
لو اتخذت مقام ابراهيم مصلى فنزلت واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى موضع صلوة
يصلون فيه كذا فى المدارك وقال العلامة ابو سعود فى تفسيره الخطاب له
عليه السلام ولامته والامر للاستحباب وقال الخازن فى تفسيره الصحيح ان مقام
ابراهيم هو الحجر الذى يصلى عنده الائمة ثم لما افترقت الفرقة الناجية الملقبة
باهل السنة والجماعة على اربعة مذاهب وظهر فيهم اختلاف كثير فى الاحكام
العملية سيما فى باب الصلوة التى من حقها ان يؤدى بالجماعة حتى ان الحنفية
اشترطوا لصحة الاقتداء بالشافعية امورًا متعددة مذكورة فى كتب الفقه وكذا
قال الشافعى وغيره من المالكية والحنبلية فتمكن فى صحة اقتداء كل واحد
من الفرق الاربعة بمن خالفهم فى المذهب شبهة قوية وكان المسجد الحرام المحيط
ببيت الملك العلام بمنزلة اربعة مساجد بعدد جهات الكعبة كما اشير اليه فى قوله
تعالى وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا الاية
يعنى مشركى مكة منعوا المسلمين من الذكر فى المسجد الحرام كذا فى التفسير
الوسيط للامام الواحدى واخرج ابن ابى حاتم فى تفسيره عن ابن عباس ان قريشا
لما منعوا النبى صلى الله عليه وسلم عن الصلوة عند الكعبة فى المسجد الحرام فانزل الله
هذه الاية كذا فى اسباب النزول للسيوطى وقال العلامة على القارى
فى المعول فى فضيلة الصف الاول ما لفظه سماه الله مساجد بصيغة الجمع
لان جهات الاربعة بمنزلة المساجد حول الكعبة المعظمة انتهى فاختار
كل فرقة من تلك الفرق الاربعة المذكورة جانبا معينا من جوانب الكعبة

فاتخذ وامن اربعة جوانب مصلی علحدة يصلی فيه امام كل مذهب بمن
يوافقه فی المذهب فيصح الاقتداء به بلا شبهة ولعل هذا هو المصلحة
فی تعدد المصلی فی المسجد الحرام الذی بمنزلة المساجد الاربعة حول الكعبة
ثم انحصرت الجماعات فی تلك المقامات ولم يوم الائمة الاربعة معًا
لان المسجد الحرام وان كان فی حكم المساجد الا انه مسجد واحد فی الحقيقة
ومن المقرر عند الفقهاء ان تعدد الجماعات معا مكروه فی مسجد واحد ان
لم يكن له اهل معين واذا لم يكن الجماعة على الهيئة الاولى لا تكره وهو الصحيح
المنقول عن الامام ابی يوسف كما فی آخر شرح المنية وبالعدول عن المحراب
يختلف الهيئة كما فی بزازية انتهى وفی هذا الكفاية لمن له دراية والله اعلم

كتبه العبد العاصی
مشتاق احمد حنفی عفی عنه

تمّت

خاتمۂ فیوض رحمانی

الحمد للہ والمنة کہ درین زمان فرحت آوان کتاب فیض انتساب المسمّی بفیوض رحمانی کہ در تحقیق مسئلہ خواندن
بسم اللہ الرحمن الرحیم مع سورہ بوقت خواندن قرآن شریف در تراویح و در تدقیق رد مذہب غیر مقلدین دربارہ
خواندن ضاد مشابہ بظا معجمہ است احسن وجوہ در مطبع قومی پریس محلہ ٹپکاپور واقع کانپور باہتمام کمترین
محمد قمر الدین بن حاجی محمد یعقوب صاحب مرحوم و مغفور مالک مطبع احمدی ثبتہ اللہ علی الدین المتین لفارت
نزاجتم نظارگیان گردید خداوند تعالیٰ مترجم علام محمد عبد السلام را اجر جزیل عطا فرماید و حضرت محدث کامل مفسر فاضل
جامع الطریقة والحقیقة قاری محمد عبد الرحمن صاحب مرحوم و مغفور را در جوار خود جا دہد بحرمت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم الی یوم الدین

	غلطنامہ کتاب فیوض رحمانی		
صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۴	اگر التباس	اگرچہ التباس
۵	۱۲	فقہا	فقہ
〃	۱۹	تاوقتیکہ	تو تاوقتیکہ
〃	۱۹	مقررہ	مکررہ
۶	۸	وسلم تک	وسلم تک متصل ہو
〃	۲۰	لہذا چونکہ	لہذا ھم چونکہ
۷	۳	اس طرح	اس اس طرح
〃	۱۰	الطرایق	الطریقۃ
۹	۱	کل	کمل
〃	۵	نعت المصدر	نعت للمصدر
〃	۱۰	یتبملون	یتبملوا
〃	۱۵	الطریقین	الطرفین
۱۰	۱۲	تو بسم اللہ	کر بسم اللہ
۱۱	۱۷	بالوقف	دیا لوقف
۱۲	۸	دو سورتیں مرتب	دو سورتیں مرتب ہوں
۲۷	۹	کتب حدیث	کتب حدیث سے
۳۳	۶	من قلبہ الظاء	من قلبہ الی الظاء
۳۵	۱۹	ہوکے جیسا کہ یعنی	ہوکے یعنی جیسا